ہفت روزہ

احوال کراچی

۲۹ مارچ تا ۴ اپریل ۹۰ء



جے یو پی کو مارشل لا کی باقیات کی گود اور پیپلز پارٹی کی جھولی میں نہیں گرنے دیا جائیگا

—— شاہ احمد نورانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

رمضان وہ مہینہ ہے
جس میں
قرآن نازل کیا گیا

ارشد خرم

ہفت روزہ

احوال

کراچی

جلد (۱) شمارہ (۲۵)

اشاعت ۲۹ مارچ تا ۷ اپریل

قیمت : ۷ روپے

ایگزیکٹو ایڈیٹر: محمد احمد صدیقی — مدیر اعلیٰ: ابوجنید

اس شمارے میں

اداریہ		۵
ماہِ رمضان سالگرہ قرآن ہے	(پروفیسر عبدالطاہر سنگھانوی)	۶
آزادی سے کم اب کسی چیز پر بات نہیں ہو گی	(محمد احمد صدیقی)	۷
روزہ، بابرکت مہینے کا بابرکت عمل	(حافظ احمد ولی اللہ)	۱۱
جمعیت علمائے پاکستان کا تربیتی کنونشن	(نمائندہ احوال ملتان)	۱۲
رمضان المبارک	(حکیم محمد سعید)	۱۷
بتانِ رنگ و خو کو چھوڑ کر ملت میں گم ہو جا	(مولانا جمیل احمد نعیمی)	۱۹
ہم کو ان سے ہے وفا کی امید	(ڈاکٹر طلحہ صدیقی)	۲۱
خداوندا تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں	(سردار احمد قادری)	۲۶
احوالِ جہاں		۳۵
مورو محاذِ آزادی	(راؤ توفیق احمد)	۴۴
موت سے پہلے موت کا فیصلہ	(ترجمہ نورالحسن رضوی)	۴۷

نائب مدیر : راؤ توفیق احمد

مجلسِ ادارت

نورالحسن رضوی

ڈاکٹر طلحہ صدیقی

ایم عاقل خان

مجلسِ مشاورت

ارشد چوہان ، رئیس رانا

نعیم بیگ ، محمد سلیم

انتظامیہ

منتظم : اشتیاق احمد

سرکولیشن : محمد نسیم

اشتہارات : مقبول احمد ساجد

فوٹوگرافر : احمد الحق

اندرونِ ملک نمائندے

اسلام آباد — اکرام قریشی

حیدرآباد — محمد حسین قریشی

لاہور — ایوب ندیم

کوئٹہ — مولانا حبیب احمد

پشاور — ع۔ع۔ خٹک

بیرونِ ملک نمائندے

برطانیہ : محمد عبود

سعودی عرب — گلزار احمد

امریکہ — محمد جنید صدیقی

متحدہ عرب امارات — محمد رفیق

زرِ تعاون سالانہ

پاکستان	۳۰۰	روپے
سعودی عرب	۲۰۰	ریال
متحدہ عرب امارات	۲۰۰	درہم
بھارت و بنگلہ دیش	۴۵	امریکی ڈالر
افریقہ و ایشیاء	۵۰	امریکی ڈالر
یورپ	۵۵	امریکی ڈالر
امریکہ و آسٹریلیا	۶۰	امریکی ڈالر

زرِ تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بنک کی معرفت ارسال فرمائیں جس کی کراچی میں برانچ ہو۔

دفتر رابطہ

۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر

ریجنسی مال عبداللہ ہارون روڈ صدر کراچی

فون : ۵۱۲۷۷۵

پبلشر محمد احمد صدیقی نے النور پبلی کیشنز کے تحت [illegible] پریس لمیٹڈ سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال، شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا

روزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جیسے اگلوں پر
فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ گنتی کے دن ہیں
تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو۔ تو اتنے روزے اور دنوں
میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو۔ وہ بدلہ دیں ایک مسکین
کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر
ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔
رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔ لوگوں کے لئے ہدایت اور
راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ
پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو
اتنے روزے اور دنوں میں۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ اور
تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو
اور اللہ کی بڑائی بولو۔ اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور
کہیں تم حق گزار ہو۔

سورہ البقرۃ۔ آیت۔ ۱۸۳ تا ۱۸۴ (کنز الایمان)



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب رمضان آتا ہے آسمان
کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ
رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے
بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے
جاتے ہیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ اللہ کی راہ میں
ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر
برس کی راہ دور فرمادے گا۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو
تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ کہ وہ
میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا۔

(بخاری و مسلم)

ماہِ مبارک کی آمد

رمضان کے شروع ہوتے ہی مبارک مہینہ آگیا ہے۔ اس ماہِ مبارک کا ہر دن اور ہر ساعت اپنے اندر بے شمار دینی و روحانی فوائد رکھتی ہے۔ یہ مہینہ عبادت و دعا کا ایک ایسا اہم موقع فراہم کرتا ہے جس سے استفادہ حاصل کرنا سعادت کی علامت ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق روزہ کھولنے کے وقت روزہ دار کی دعا بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ماہِ صیام کا ادب و احترام اس لئے بھی اہم ہے کہ اس وجہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسی مبارک مہینے میں ہی مملکت خداداد پاکستان کے نام سے وجود میں آیا ہے۔ لہٰذا اس ماہ کا احترام ہر پاکستانی مسلمان پر مسلم ہونے کے ناطے تو فرض ہے ہی مگر غیر مسلم پاکستانیوں پر بھی اس کا احترام واجب آتا ہے۔

اللہ رب العزت نے روزہ کو اسلام کا ایک رکن قرار دے کر مسلمان کے تزکیہ نفس اور تربیت نفس کا اہتمام فرمایا ہے۔ روزہ رکھ کر ایک مسلمان بھوکا پیاسا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں پیش ہوتا ہے۔ روزہ مسلمان کو صبر اور ضبط نفس کی مشق کراتا ہے اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ ماہ رمضان میں اس تربیت کے نتیجے میں مسلمان کا نفس اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ روزہ کے دوران مسلمان کو چھوٹی چھوٹی برائیوں سے بچنے کی توفیق بھی حاصل ہوتی ہے جنہیں وہ عام دنوں میں نظر انداز کر دیتا ہے اور یہی چھوٹی چھوٹی غلطیاں بعد میں بڑی ہو جاتی ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخرت میں سب سے بڑا مفلس وہ ہوگا جو لوگوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی زیادتیاں اور حق تلفیاں کرنے کا عادی ہوگا۔ اس کی ساری نیکیاں دوسروں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ روزہ کی برکت سے انسان ایسی غلطیوں سے بچ جاتا ہے۔

انسانی سیرت کی تعمیر میں نماز کے بعد روزہ سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ رکھ کر دل نماز کی طرف خود بخود راغب ہوتا ہے۔ انسان کے کردار میں خرابی اس کے نفس کے بے لگام ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ روزہ وہ واحد عبادت ہے جو انسانی نفس کو کنٹرول کرنے کی عادت کو پختہ کرتا ہے۔ مسلمان کو ضبط نفس کی مشق کراتا ہے۔ مسلسل ایک ماہ کی تربیت سے انسانی نفس کی گرفت اس حد تک ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ تمام نفسانی خواہشیں چھپتی اور طبیعت کا لاوا [illegible] بنتا ہے۔

روزہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ انسان میں اتحاد اور قوت ارادی پیدا کرتا ہے۔ اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے جس کی بنا پر انسان نے بڑے بڑے کارنامے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ سیرت و کردار کی تربیت پانے والے مسلمانوں نے تیغ و کمر کی قوت اور کردار، عدل و انصاف کے پرچم لہرائے تھے۔

روزہ انسان کے منفی جذبات کی بیخ کنی کر کے اس میں روحانی

قرآن مجید جیسی کتاب بھی اسی ماہ رمضان میں نازل ہوئی [illegible] روحانی [illegible] کرتی ہے۔ [illegible] اور [illegible] کی [illegible] ہے۔ [illegible] روزہ دار [illegible] جب [illegible] ہوتی ہیں۔

[illegible] روزہ [illegible] شیطان سے بچنے کے لئے [illegible]

[illegible] مسلمان [illegible] روزہ [illegible] ہے۔ [illegible]

رمضان المبارک [illegible] مسلمانوں کے لئے ایک [illegible]

[illegible] حکومت [illegible] اسلام [illegible] ہے۔

[illegible] مسلمان [illegible] رمضان [illegible] ہے۔

"بہت دن ہوئے میں امریکہ میں تھا۔ میرا ایک دوست بہت ہی [illegible] تھا۔ [illegible] ہر چیز بہت ہی سستی تھی۔ [illegible] خوش اخلاق [illegible] آدھی قیمت [illegible] ایک مذہبی تہوار تھا جس کی خوشی میں ہم نے ہر چیز کی قیمت آدھی کر دی تھی۔ [illegible] یہ ہمارا طریقہ ہے۔ آپ اگلے سال اسی دن آئیں اور آدھی قیمت پر اپنی پسند کی اشیاء خریدیں۔"

کیا کبھی مسلمانوں میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوگا؟

پروفیسر عبدالطاہر سنگھانوی

ماہ رمضان سالگرہ قرآن ہے

[illegible]

ماہ رمضان سالگرہ قرآن ہے۔ اس بابرکت کلام کا نزول بابرکت رمضان کی بابرکت رات لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا اور پھر اس قول ثقیل کی تنزیل بتدریج چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کبھی دو دو چار چار آیات کبھی ایک ایک دو دو رکوع اور کبھی پوری سورت کی صورت میں ضرورت اور موقع کے لحاظ سے قلب اطہر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتی رہی تدریجی

حضرت عثمانؓ نے جو نسخہ مرتب کروایا وہ مصحف صدیقی کی نقل مطابق اصل تھا

اصول کا طریقہ کار اس لئے اپنایا گیا تاکہ آپؐ کو پہلے قلب میں محفوظ کرے اور اہل عرب کی طبیعت عادات اور اعمال میں تبدیلی لائے اور [illegible] میں سہولت اور آسانی ہو۔

ماہ رمضان [illegible] آسمانی کا نزول مقام غار حرا [illegible] سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا آغاز قرآن اور آغاز رسالت بیک وقت [illegible] آپؐ [illegible] نزول میں [illegible] سلسلہ نزول وحی آپؐ کی حیات [illegible] جاری و ساری [illegible] ۱۰ ذی الحج ۱۰ھ سورۃ المائدہ [illegible] تکمیل کو پہنچا [illegible]

اور خصوصاً صحابی دحیہ کلبی کی شکل میں آپؐ کے پاس تعلیم دین کے لئے آتے تھے لیکن ترسیل وحی قرآن فرشتہ امین نے اپنی اصل شکل ہی میں کی۔

وحی ایک قول ثقیل (وزنی کلام) ہے اس لئے اسکی کیفیت نزول سخت ترین ہوتی تھی خاص طور پر جب وہ گھنٹی کی آواز کی شکل ہوتی تھی تو سخت موسم سرما میں بھی آپؐ کی جبین مبارک سے پسینہ اس طرح ٹپکنے لگتا جس طرح پھول سے شبنم کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔ شدید تکلیف اور اعصابی دباؤ کی وجہ سے آپؐ کے چہرہ پرنور کا رنگ خاکستری ہو جاتا تھا۔

جب کوئی سورت یا آیات اترتی تھیں تو جبرائیل امین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے مقام و محل کی بالحاظ ترتیب نشاندہی کرکے یاد کروا دیتے اور لکھوا دیتے تھے پھر اسی ترتیب کے ساتھ صحابہ کرامؓ اس سورت یا آیات کو ورد زبان کرکے حفظ کر لیتے تھے۔

سورتوں اور آیات کی ترتیب و تقسیم توقیفی ہے یعنی [illegible] من جانب اللہ ہے۔ آپؐ کے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ جیسا آپؐ کو کہا گیا ویسا آپؐ نے کیا یعنی سورتوں کے نام، تعداد، ابتدا و انتہا، سورت کی کل آیات اور ہر آیت کا وقف تک اللہ تعالیٰ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ آپؐ کی مرضی رائے، پسند اور اختیار کا دخل نہیں۔ قرآن کی پارہ، رکوع اور منزل میں مزید تقسیم اہل علم کے ذہن کی اختراع ہے جس کی وجہ سہولت حفظ و تلاوت اور رکوع نماز ہے۔ یہی وجہ ہے ان علامات کو متن کے اندر نہیں بلکہ باہر حاشیہ میں لکھا جاتا ہے۔

جس ترتیب میں اس وقت قرآن مجید موجود ہے اس ترتیب کے ساتھ نازل نہیں ہوا قرآن میں سورہ علق کا نمبر ۹۶ ہے لیکن نزول کے اعتبار سے وہ پہلی ہے جبکہ سورہ فاتحہ ترتیب کے لحاظ سے پہلے نمبر



آزادی سے کم اب کسی چیز پر بات نہیں ہو سکتی

دیوی لال اور راجیو گاندھی سری نگر ہوٹل میں قید

محمد احمد صدیقی

وی پی سنگھ تم میری طرح کشمیر جاکر دکھاؤ

جنتِ ارضی کشمیر میں اس وقت دوزخ کا ساماں ہے۔ ہر چہرے پر اداسی کے بجائے آزادی کی لہر ہے۔ سڑکیں سنسان اور دفاتر ویران ہیں۔ ہر چہار دیواری پر شہیدوں کے لہو کی مہک ہے۔ آزادی کے متوالوں کے قتل میں جگ موہن کا ہاتھ ہے۔ ہر کشمیری کے سینہ پر ہندوستانی فوجی کا بوٹ ہے تو ہر گردن پر ہندوستانی فوجی کی بندوق لیکن آزادی کے جذبہ کو نہ تو جگ موہن کی مسلم کش پالیسی دبا سکی اور نہ ہی ہندوستان کی سفاک اور ظالم فوج۔ خوف کا یہ عالم ہے کہ دکانیں بند ہیں خریدار نظر نہیں آتے۔ ہر طرف سکوت کا عالم طاری ہے اس سکوت کو کبھی حریت پسندوں کے فلک شگاف نعرے توڑتے ہیں تو کبھی ہندوستانی فوجیوں کی بندوقوں سے نکلتی ہوئی گولیاں کشمیریوں کے جذبۂ آزادی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ہندوستان کا بے باک ہفت روزہ "اخبار نو" رقمطراز ہے کہ "مہینوں سے کشمیر میں کرفیو کا سماں ہے۔ پہلے وہاں لوگوں کی زبانیں بند ہوتی تھیں مگر دکانیں کھلی رہتی تھیں۔ اب دکانیں بند ہیں مگر زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ "اوٹ انگ" میں قومی لیڈروں کا استقبال "اب ہندوستانی کتو واپس جاؤ" جیسے نعروں سے کیا جاتا ہے"۔ ۲۰ مارچ کو محترمہ بے نظیر بھٹو نے قرارداد پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر لاہور میں مینار پاکستان اور بادشاہی مسجد کے زیر سایہ کشمیریوں کی آزادی کے جذبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ کشمیر کے گلی کوچوں سے ایک ہی آواز آتی ہے۔ وہ آواز ہے "آزادی، آزادی اور آزادی"۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کشمیر کے در و دیوار پر اب جگ موہن کے بجائے بھاگ موہن، بھاگ موہن لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے آزاد کشمیر میں جاکر بھارتی وزیر اعظم کو چیلنج کیا کہ میں آزاد کشمیر آئی ہوں۔ آپ بھی مقبوضہ کشمیر جاکر دکھائیں۔ جس طرح میرا یہاں استقبال ہوا ہے اگر میں مقبوضہ کشمیر جاؤں تو وہاں بھی میرا اسی طرح استقبال ہوگا۔ ہندوستان کے وزیر اعظم جناب وی۔ پی۔ سنگھ نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ وہ بھی مقبوضہ کشمیر جائیں گے۔ مگر اس اعلان کے باوجود اُن کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ "مقبوضہ کشمیر" کا رُخ بھی کرتے۔

ہوا یوں کہ جس طرح وزیر اعظم پاکستان نے کشمیر کے مسئلہ پر آل پارٹیز کے لیڈروں کی کانفرنس طلب کی۔ اسی طرح مسٹر وی۔ پی۔ سنگھ نے کشمیر کے مسئلہ پر آل پارٹیز میٹنگ بلانے کے فیصلہ کا اعلان کیا مگر اس پر عملدرآمد بہت دیر میں ہوا۔ ہندوستان کے ناقدوں کا خیال ہے کہ وی۔ پی۔ سنگھ آل پارٹیز بلانے کے فیصلے کے بجائے اگر کشمیر سے "جگ موہن" کو بلانے کا فیصلہ کر لیتے تو شاید زیادہ بہتر ہوتا اور انسانی جانوں کا اتنا خون خرابہ نہ ہوتا۔

ہندوستان کے اخباری حلقوں کی رائے یہ ہے کہ "آل پارٹیز کانفرنس" کے بلانے میں بہت دیر ہو چکی ہے اور اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تمام سیاسی جماعتوں کا



وی پی سنگھ اور راجیو گاندھی

ووٹ کے حق کو گولی کے حق پر غالب آنا چاہئے، منیو مسانی

ربط کشمیر کے عوام سے ٹوٹ چکا ہے۔ یہاں تک کہ نیشنل کانفرنس جو ایک عرصہ تک کشمیری عوام کے دل کی دھڑکن بنی ہوئی تھی اب کشمیریوں کو ناسور معلوم ہوتی ہے۔ نیشنل کانفرنس کے لیڈران نے پہلے تو یہی اعلان کیا تھا کہ وہ آل پارٹیز میٹنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو میٹنگ سے کوئی اصولی اختلاف تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میٹنگ میں شرکت کا مطلب حریت پسندوں کی طرف سے سزائے موت کا اعلان ہوگا۔ جو لوگ اس میں شامل ہوں گے ان کا نام "ہٹ لسٹ" میں سب سے اوپر لکھ دیا جائے گا۔

آل پارٹیز میٹنگ میں آٹھ سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے شرکت کی۔ وزیر اعظم وی۔ پی۔ سنگھ اور وزیر داخلہ مفتی محمد سعید بھی میٹنگ میں شامل تھے۔ کانگریس کے لیڈر راجیو گاندھی بھی پیش پیش تھے اور ان کے دست بازو بنے ہوئے تھے۔ غلام نبی آزاد اور شفیع قریشی جو

> حریت پسندوں نے آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کو سزائے موت دینے کا اعلان کر دیا

دونوں ہی کشمیری ہیں وہ بھی میٹنگ میں شریک تھے۔ پانچ گھنٹے تک گرما گرم بحث ہوئی بلکہ محاذ آرائی ہوئی۔ جگموہن کے مسئلہ پر ساری پارٹیاں ایک طرف تھیں لیکن بی۔ جے۔ پی دوسری طرف۔ راجیو گاندھی ساری ذمہ داری جگ موہن پر ڈالتے رہے اور فاروق عبداللہ ان کی بغل میں بیٹھے مسکراتے رہے۔ دوسری طرف بی۔ جے۔ پی جگموہن کی حمایت پوری ڈھٹائی سے کرتی رہی۔

اس میٹنگ میں پاکستان کی مداخلت پر بھی بڑی تشویش ظاہر کی گئی۔ کئی ارکان نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان سے اس مسئلہ پر دو ٹوک گفتگو بہت ضروری ہے اور اگر پاکستان پھر بھی باز نہ آئے تو پھر اس کے خلاف سخت رویہ جس کا مطلب جنگ بھی ہو سکتا ہے اختیار کیا جائے مگر وی۔ پی۔ سنگھ نے سخت رویہ اپنانے کے سلسلے میں کوئی رائے دینے سے پرہیز کیا۔ آخر میں طے ہوا کہ تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک وفد کشمیر کا دورہ کرے۔ بنفس نفیس حالات کا جائزہ لے، لوگوں سے ملاقات کرے اور تجویز کرے کہ کیا حل نکالا جائے۔ وفد سری نگر پہنچا تو اس سے بڑا ڈرامہ ہوا۔ وفد میں نائب وزیر اعظم دیوی لال، راجیو گاندھی، جارج فرنانڈیز، ونیش گوسوامی، غلام نبی آزاد، عبدالصمد صدیقی، شفیع قریشی، اٹل بہاری واجپئی، جسونت سنگھ، سیف الدین چوہدری، مقیم الدین فاروقی شامل تھے۔ وفد جب سری نگر پہنچا تو ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ ایئرپورٹ سے نکل کر یہ وفد بندوقوں اور سنگینوں کی چھاؤں میں کرفیو زدہ علاقے سے گزر کر ہوٹل تک پہنچا اور عملی طور پر وہیں قید ہو کر رہ گیا۔ اس لئے کہ جگموہن انتظامیہ کی بس کی بات نہ تھی کہ ان قومی لیڈروں کو سری نگر شہر میں گھماتے اور لوگوں سے ملواتے مگر وہ تو کرائے کے لوگوں سے بھی نہیں ملوا سکے۔ دو چار خریدے ہوئے لوگ مثلاً میاں شفیع وغیرہ وفد سے صرف ہوٹل ہی میں ملاقات کر سکے جس پر فوج کا پہرہ تھا۔ راجیو گاندھی کامیابی کا تاج اپنے سر پر رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ کشمیر میں کچھ لوگوں سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ہم خیال اور نیشنلسٹ نظریات رکھنے والے کچھ لوگ جب ان سے ملے تو انہوں نے راجیو کے منہ پر ہی صاف صاف کہہ دیا کہ "آزادی سے کم اب کسی چیز پر بات نہیں ہو سکتی"۔ ان کے یہ الفاظ راجیو گاندھی کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ تھے۔

ہندوستان میں ایک ایسا باشعور طبقہ بھی ابھر رہا ہے جو اس فکر کا حامل ہے کہ مشرقی یورپ کے حالیہ واقعات سے ہندوستان کی حکومت کو سبق سیکھنا چاہئے۔ ان کا کہنا ہے کہ برسر اقتدار لوگوں کو یہ خوف ہے کہ اگر کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی تو وہاں کے عوام پاکستان میں شمولیت کے لئے ووٹ دیں گے۔ مینو مسانی جو ایک تجربہ کار جرنلسٹ ہیں ان کو اس بات سے اتفاق نہیں۔ انہوں نے جگموہن گورنر کشمیر اور ہندوستانی مسلح فوج پر کشمیر کے عوام پر ظلم ڈھانے کا الزام لگایا۔ ان کا کہنا ہے کہ اب کشمیر میں ہندوستان صرف اپنی قابض فوج ہی پر اعتماد کر سکتا ہے۔ یہ ممکن تو ہے کہ ظالمانہ دہشت گردی سے کسی قوم کی آزادی کی خواہش کو دبایا جا سکتا ہے لیکن کتنے عرصہ کے لئے؟ ان کا کہنا ہے کہ ایک خاتون نے ان سے دریافت کیا کہ روس کے سربراہ مسٹر گورباچوف روسی ریاست لیتھونیا کی روس سے آزادی کی خواہش کو کیوں نامنظور کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کشمیر کے ہندوستان کا ایک حصہ ہونے پر یقین رکھتی ہیں؟ خاتون نے جواب دیا "جی ہاں" مینو مسانی نے خاتون کو جواب دیتے ہوئے کہا "اسی طرح ایسے بہت روسی ہیں جو اس بات میں غلط یقین رکھتے ہیں کہ لیتھونیا روس کا ہی ایک حصہ ہے جیسے آپ کو یقین ہے کہ کشمیر ہندوستان کا ایک حصہ ہے۔ بے چارے گورباچوف میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ کھلے دل سے لیتھونیا کی آزادی کو حقیقت دل سے اعتراف کریں۔ اسی طرح ہمارے ہندوستان میں دس میں سے نو آدمی ایسے ہیں جو کشمیر کو ہندوستان کا حصہ سمجھتے ہیں۔

کشمیر کی موجودہ صورتحال کے سلسلے میں "اجیت بھٹاچاریہ" کا مضمون اسٹیٹس مین میں "کشمیر میں آخری موقع" کے عنوان سے چھپا اور دوسرا مضمون انڈین ایکسپریس میں شائع ہوا جس کا عنوان "ہم نے کشمیر کو مایوس کیا" جس

> آئین کی دفعہ ۵۱ کی رو سے ہندوستان بین الاقوامی معاہدوں پر عملدرآمد کرنے کا پابند ہے۔

کو ہندوستان کے مشہور تجزیہ نگار پران چوپڑہ نے لکھا۔ ان دونوں تجزیہ نگاروں کا تبصرہ ہے کہ کشمیر میں موجودہ صورتحال کی ذمہ داری کشمیری عوام پر نہیں ڈالی جا سکتی اس کی ذمہ دار دہلی میں بیٹھی ہوئی سرکار ہے۔ اس سے زیادہ جرأتمندانہ بیان سمرجیت سنگھ مان کا ہے۔ انہوں نے ۲۶ جنوری کو کشمیر کے گورنر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ وہاں سے ہندوستانی فوج کا محاصرہ اٹھالیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی حکومت آئین کی دفعہ ۵۱ کے تحت بین الاقوامی معاہدوں پر عملدرآمد کرنے کی پابند ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت ریاست جموں کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ کشمیر کے عوام کے اپنے حقوق ہیں اور میں ان کے ہر جمہوری عمل کی حمایت کرتا ہوں۔ رائے شماری کوئی گندہ لفظ نہیں ہے۔ ووٹ کے حق کو گولی کے

حق پر غالب آنا چاہئیے"۔

مینو مسانی نے تجزیہ کیا ہے کہ کشمیر کی کہانی بہت دردناک ہے۔ نہرو نے کشمیر کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ کے خلاف سازش کی۔ اُن کا تختہ اُلٹ دیا۔ انہیں گرفتار کرکے بند کردیا۔ ان کی جگہ بخشی غلام محمد کو ایک کٹھ پتلی وزیر اعظم بنا کر اقتدار پر بیٹھا یا لیکن نہرو کو احساس ہوا کہ انہوں نے شیخ صاحب کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ بارہ سال کے بعد ان کو رہا کیا گیا۔ نہرو نے انہیں کشمیر کے مسئلہ پر تصفیہ کے لئے پاکستان کے سربراہ ایوب خان سے بات چیت کرنے کے لئے پاکستان بھیجا۔ انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اگر صدر ایوب خان تصفیہ کے لئے رضا مند ہو جائیں تو شیخ صاحب معاہدہ پر دستخط کے لئے انہیں دہلی لے آئیں۔ پاکستان سے شیخ عبداللہ نے نہرو کو ٹیلیفون کیا کہ کافی دور تک معاملات آگے بڑھے ہیں۔

کشمیر کا فیصلہ حق خود اختیاری کی بنیاد پر ہونا چاہئے / جے پرکاش نارائن

چنانچہ ایوب خان کے دہلی جانے کی تاریخ ۲۰ جون کو مقرر ہوگئی لیکن بدقسمتی سے مئی میں نہرو کی وفات ہوگئی اور کشمیر کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

مینو مسانی رقم طراز ہیں کہ جب لال بہادر شاستری ہندوستان کے وزیر اعظم بنے تو جے پرکاش نرائن کو پاکستان بھیجا گیا۔ اس مرتبہ بھی معاملات طے ہو گئے لیکن جب جے پرکاش نرائن لال بہادر شاستری سے ملاقات کر کے آئے تو بہت بددل اور مایوس تھے۔ شاستری کا ردِ عمل یہ تھا کہ "یہ چیز بڑی اچھی ہے لیکن پارلیمنٹ اور میری پارٹی نہیں مانے گی"۔ مینو مسانی کا کہنا ہے کہ غالباً جے پرکاش نرائن اور میں ہی غالباً دو ہندوستانی ایسے تھے جو دوسرے ممالک کے امپیریلزم کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کی تانا شاہی کو بھی دیکھ رہے تھے۔ راجہ جی ایک بڑے مدبر اور حقیقت پسند تھے۔ انہوں نے بہت پہلے ۲۵ ستمبر ۱۹۶۰ء کو اپنے "سوراجیہ" اخبار میں لکھا "یہ اتنا ہی احمقانہ خیال ہوگا جتنا کوئی دوسری قوم یہ احمقانہ بات سوچے کہ وہ صرف طاقت کے بل بوتے پر عوام کو دبا سکتی ہے اور دنیا پر یہ ظاہر کر سکتی ہے کہ عوام پر ٹھونسا ہوا نظام خود اُس کی مرضی سے لاد گیا ہے۔ انصاف کی رو سے کشمیر یا اُس کے کسی حصہ سے متعلق سیاسی فیصلے کی بنیاد حق خود ارادیت ہونا چاہئے۔

ہندوستان کے تجزیہ نگاروں، مدبروں اور

جراُت مندانہ سوچ رکھنے والوں کی رائے ہے کہ حکومت ہندوستان کو دنیا میں جو آزادی کی نئی لہر اٹھی ہے اُس سے سبق لینا چاہئے۔ ہندوستان کی حکومت کو چاہئے کہ پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے رابطہ قائم کرے اور مل کر وادیٔ کشمیر کے معاملات کو طے کرے۔ اگر وہ رضا مند ہو جائیں تو ہندوستان کی حکومت کو آگے قدم بڑھانا چاہئے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے سورماؤں کو چار ایہ مشورہ ہضم نہ ہو سکے لیکن جلد یا بدیر اُن کو اسی راستہ پر چلنا ہوگا۔ اسی فارمولے پر عمل کرنا ہوگا۔ مصالحت کی راہ پر چلنا بہتر ہے۔ اس احمقانہ خرچ کے جو ہم کشمیریوں کو جان سے مارنے کے لئے افواج پر خرچ کر رہے ہیں۔

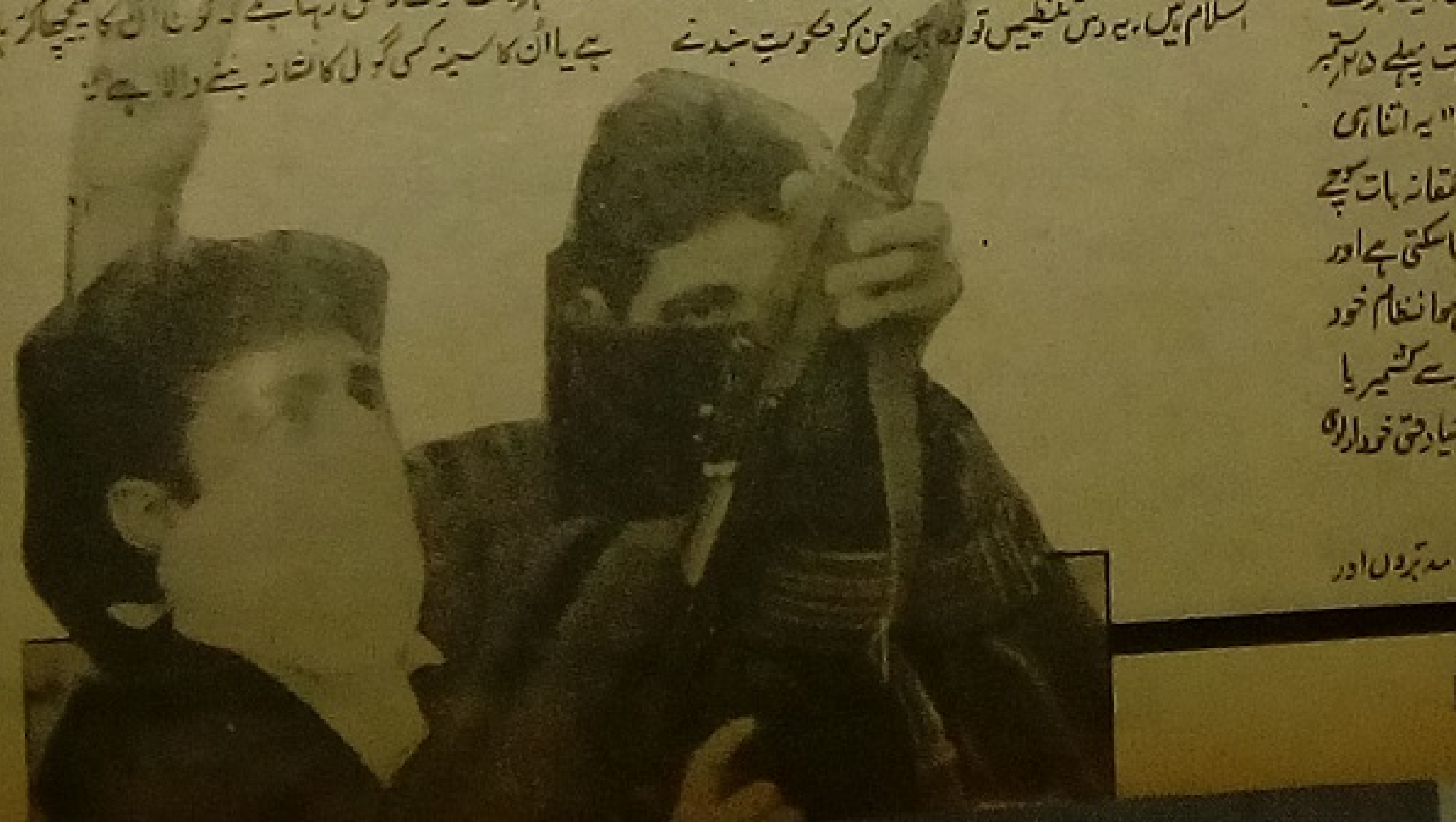
ادھر وادیٔ کشمیر میں حریت پسندوں نے ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ ہندوستان کا محکمہ خفیہ ان حریت پسندوں کے جذبہ کو ختم کرنے میں ناکام رہا ہے اور حریت پسندوں کی تنظیمیں کشمیر میں انٹیلی جنس پر حاوی رہی ہیں۔ یوں تو پوری وادی کا ایک ایک بچہ آزادی کا مینار بنا ہوا ہے لیکن کشمیر میں اس وقت چالیس کے قریب حریت پسندوں کی مختلف تنظیمیں آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض تو بہت ہی زیادہ مشہور اور مقبول ہیں مثلاً "الجہاد" جس کے قائد جاوید احمد میر ہیں، وکٹری کمانڈو جس کے لیڈر مظفر شاہ ہیں، جانباز کمانڈو فورس جس کے لیڈر غلام حسن لون ہیں۔ ضیاء ٹائیگرز جس کی قیادت محمد اشرف کر رہے ہیں۔ الفتح اسکواڈ جس کے قائد جبار احمد ہیں، تجار جانباز کمانڈو فورس جس کے لیڈر عبدالحمید ہیں، المقبول جس کے لیڈر مشتاق احمد ہیں، مسلمین کمانڈو فورس جس کے لیڈر رشید رسول اقدان ہیں اور پاک کمانڈو فورس جس کے لیڈر محبوب اسلام ہیں۔ یہ دس تنظیمیں تو وہ ہیں جن کو حکومت ہند نے

انتہائی خطرناک قرار دیا ہے۔ ان کے علاوہ جے۔ کے۔ ایل۔ ایف ایر فیشن بالاکوٹ، العمر مجاہدین اور اللہ ٹائیگرز بھی ہیں جو انتظامیہ کے لئے سخت سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ ان سب تنظیموں میں آپس میں رابطہ ہے بڑی منظم ہیں اور پیغام رسانی میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔

حال ہی میں گیارہ ایسی ہی تنظیموں نے مل کر ایک نیا فرنٹ قائم کیا جس کا نام تحریک حریت کشمیر (کشمیر لبریشن فرنٹ) رکھا ہے۔ ماضی میں پُرامن ذریعے سے کشمیر کی جدوجہد آزادی میں مصروف ہیں لیکن اب یہ سب سے مضبوط حریت پسند تنظیم ہے۔ اس کے لیڈر میاں عبدالقیوم ایڈووکیٹ ہیں۔ جو کشمیر بار ایسوسی ایشن کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے سرینگر میں اقوام متحدہ کے دفتر پر وکیلوں کا مظاہرہ کر کے تحریک آزادی کو ایک نیا موڑ دیا۔ ان کے اس مظاہرہ کے بعد اقوام متحدہ کے دفتر پہ مظاہروں کی ایک جھڑی لگ گئی۔

"دختران ملت" نامی تنظیم نے خواتین میں بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے اور اب روزانہ ہی کہیں نہ کہیں خواتین کے مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں نو تشکیل شدہ جموں کشمیر بار ایسوسی ایشن نے اپنی گھڑیاں ہندوستانی وقت سے آدھے گھنٹے پیچھے کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کشمیر میں وقت پاکستان کے مساوی ہو گیا۔ وکلاء نے جمعہ کو عدالتوں کا بائیکاٹ کر دیا۔ دکانداروں نے بھی جمعہ کو دکانیں بند رکھنے کا فیصلہ کیا جس کا مقصد کشمیر میں تعطیل اسی طرح جمعہ کو منائی جائے گی جس طرح پاکستان میں منائی جاتی ہے۔

زیر زمین حریت پسند تنظیمیں اپنے کاموں میں مشغول ہیں اور الگ الگ گروپ الگ الگ حکمت عملی کے تحت کام کر رہے ہیں جس سے انٹیلی جنس کو اندازہ لگانا تقریباً مشکل ہو گیا ہے اور وہ بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ خفیہ محکمے کے ملازمین آزادی کے ساتھ گھومنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ اُن کو ہر وقت خوف لاحق رہتا ہے کہ کون اُن کا پیچھا کر رہا ہے یا اُن کا سینہ کسی گولی کا نشانہ بننے والا ہے۔



روزہ

بابرکت مہینے کا بابرکت عمل

روزہ ایک عبادت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے، روزے سے مراد یہ ہے کہ صبح سے شام تک آدمی کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کرے، نماز کی طرح یہ عبادت بھی تمام پیغمبروں کی شریعت میں فرض رہی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ "اے مسلمانو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے امتوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "اے لوگو تم پر عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مہینے کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس مہینے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہونے (یعنی نماز تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے)۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کریگا تو اسے دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر ثواب ملے گا یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے روزہ افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا بغیر اسکے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔

مسند احمد میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے رمضان کی پہلی تاریخ میں نازل ہوئے تورات ۶ رمضان میں انجیل ۱۳ رمضان میں اور قرآن ۲۴ رمضان میں نازل ہوا، حضرت جابرؓ کی روایت میں بھی ہے کہ زبور ۱۲ رمضان اور انجیل ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی (معارف القرآن بحوالہ ابن کثیر)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلام الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ دوسرے معنوں میں خلافت ارضی کے دساتیر جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوئے اور سب سے آخری کلام جو قیامت تک نافذ رہے گا ان سب کے لیے رمضان المبارک کا ہی انتخاب رہا۔ پس قرآن اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق

حافظ احمد ولی اللہ ارباب

ہے قرآن سے رمضان کو عزت ملی اور رمضان میں بھی ایک رات جو نزول قرآن کی رات ہے ایک ہزار ماہ سے بہتر ٹھہرائی گئی۔

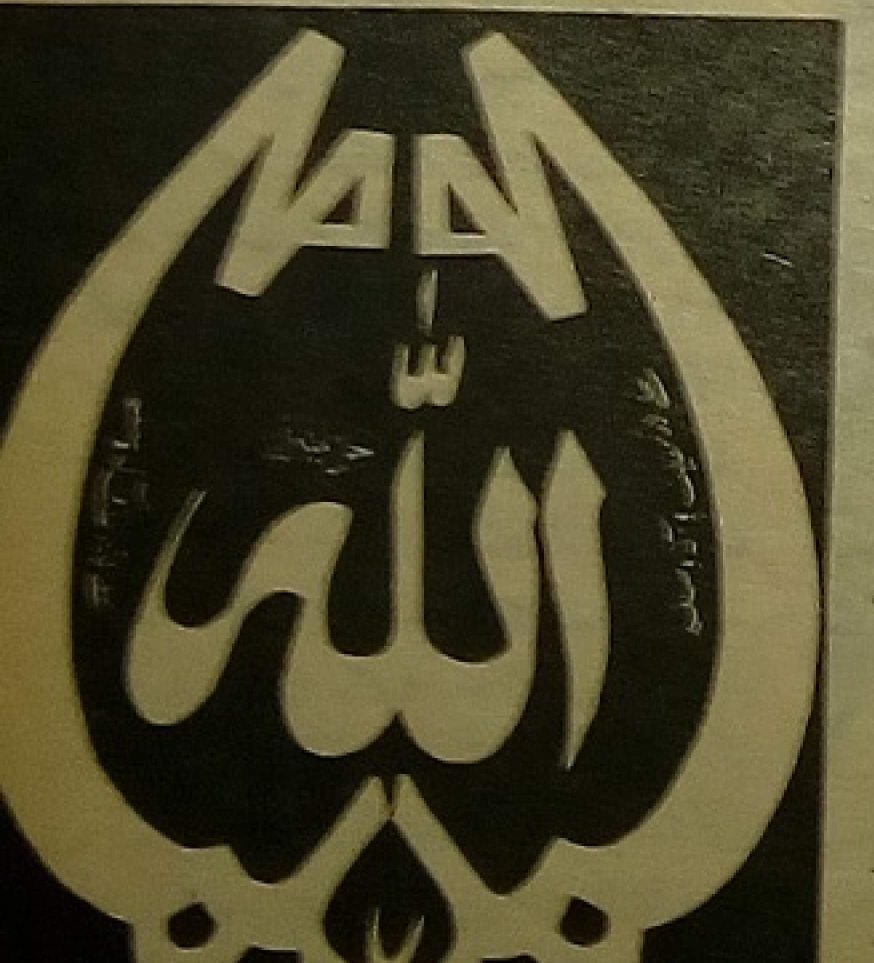
جب لوگوں کے احوال واقوال میں فساد ہی فساد تھا راہ حق کی شمعیں مدھم اور بجھی ہوئی تھیں حق و باطل کا فرق مفقود ہو چکا تھا۔ اس وقت اسلام کی ہمہ گیر دعوت اسلام اور ایمان کے بعد روزے سے نفس کی اصلاح کی تاکہ تقویٰ پیدا ہو کر اطاعت خداوندی کی استطاعت پیدا ہو، حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ احمد ولی اللہؒ محدث دہلویؒ روزے کے باب میں لکھتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ روزے کا کمال افعال واقوال شہویہ سبعیہ اور شیطانیت سے محفوظ رکھتا ہے، کیونکہ یہ امور نفس کو اخلاق رذیلہ سے یاد دہانی کراتے ہیں اور ان افعال قبیحہ پر برانگیختہ کرتے ہیں نیز ان چیزوں سے روزہ محفوظ رکھتا ہے جو روزہ ٹوٹنے کے داعی و اسباب ہیں پہلے امور کی نسبت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، پس بیہودہ گفتگو کرے اور شور نہ مچائے اور جو اسے کوئی شخص برا کہے یا اس سے لڑے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رمضان کی حرمت سنت کی حرمت ہے" کے موضوع پر سید المرسلین کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میری امت رمضان کی حرمت برقرار رکھے گی وہ رسوا نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! رسوائی کیسی؟ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ "رمضان شریف میں جس نے حرام عمل کا ارتکاب کیا یا کوئی گناہ، شراب پی یا زنا کیا اس کا رمضان کا روزہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آئندہ سال تک اس پر اللہ کی اور اللہ کے فرشتوں کی اور آسمان والوں کی لعنت ہوگی اور اگر اس عرصے میں آئندہ سال رمضان تک مر جائے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔

روزہ ایک لمبی مدت تک شریعت کے احکامات کی پابندی کراتا ہے نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت سال بھر میں صرف ایک بار آتا ہے حج میں البتہ لمبی مدت صرف ہوتی ہے مگر اس کا موقع بھی عمر بھر میں صرف ایک دفعہ آتا ہے اور وہ بھی سب کے لیے نہیں ان سب کے خلاف روزہ ہر سال پورے ایک ماہ تک شریعت محمدیؐ کی مشق کراتا ہے۔

صبح سحری کے لئے اٹھو، ٹھیک فلاں وقت پکھانا

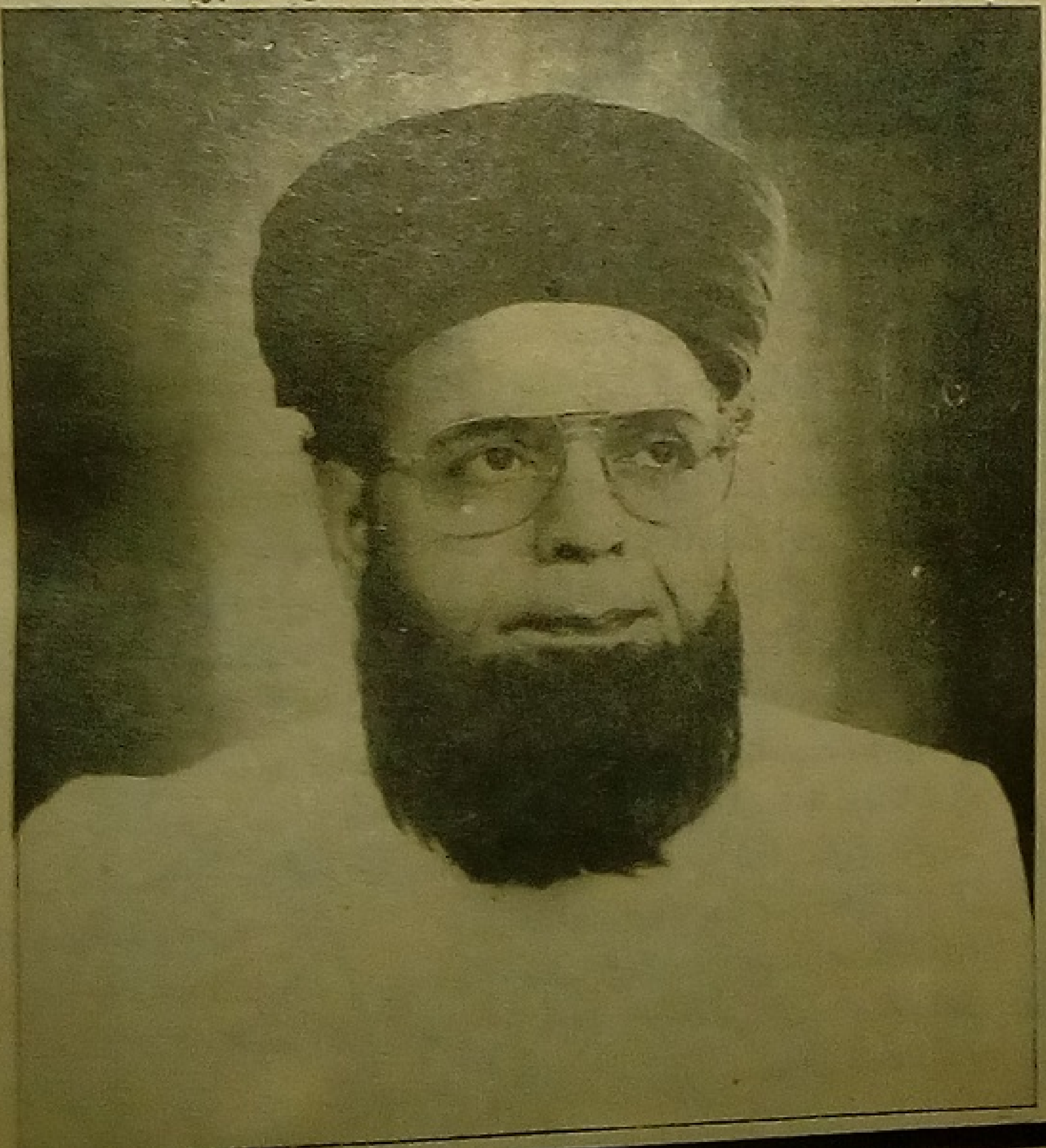
باقی صفحہ [illegible] پر



رپورٹ : نمائندہ احوال

مدینۃ الاولیاء ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کے خادمین کا ملک گیر کنونشن

جمعیت علماء پاکستان کے خادمین کا ملک گیر کنونشن ۲۲ اور ۲۳ مارچ کو مدینۃ الاولیاء ملتان میں منعقد ہوا۔ کنونشن میں شرکت کرنے کے لئے چاروں صوبوں سے ہزاروں کی تعداد میں خادمین یہاں پہنچے۔ پہلا قافلہ جو ملتان کی سرزمین پر پہنچا وہ کراچی سے انجمن طلبہ اسلام اور انجمن نوجوانانِ اسلام پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ ۲۱ مارچ کو بذریعہ تیزرو کراچی سے ساڑھے دس بجے شب روانہ ہوا۔ پروگرام کے مطابق کراچی سے پوری ایک اسپیشل ٹرین جانی تھی۔ کراچی ڈویژن کے کنوینر سید ارشاد علی نے بتایا کہ ریلوے انتظامیہ نے ان کو دھوکے میں رکھا اور آخر وقت میں بتایا کہ پوری ٹرین کا بندوبست نہیں ہو سکتا صرف دو بوگی تیزرو کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ باقی لوگ کراچی سے ملتان تک کا سفر بس سے کریں۔ جو قافلہ ٹرین کے ذریعہ روانہ ہوا تھا اس کی قیادت محمد احمد صدیقی کر رہے تھے۔ جب ٹرین حیدرآباد پہنچی تو ایک عجیب ہو کا عالم تھا۔ حیدرآباد سے بھی خادمین کا ایک قافلہ اسی ٹرین میں سوار ہو گیا۔ وہ سب کے سب نڈھال اور نڈھال تھے۔ اسی روز حیدرآباد میں فرقہ وارانہ فساد ہوا جس میں کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ جو لوگ حیدرآباد اسٹیشن سے سوار ہوئے وہ گولیوں کی بوچھاڑ سے نکل کر آئے تھے۔ حیدرآباد اسٹیشن پر شہر میں ہونے والی فائرنگ کی صاف آواز آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو ملکوں میں آپس میں جنگ ہو رہی ہے۔ حیدرآباد اسٹیشن پر گاڑی کافی لیٹ ہو گئی جستجو کرنے پر معلوم ہوا کہ اس سے آگے جو گاڑیاں گئی ہیں ان پر فائرنگ ہو چکی ہے۔ ایک گھنٹہ تاخیر کے بعد ٹرین حیدرآباد سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں دو ایک مرتبہ فائرنگ کی آواز بھی سنی گئی۔ بہرحال خطرات سے نکل کر دوپہر ۱۲ کے بجائے ٹرین ملتان شہر تقریباً تین بجے پہنچی تو محترم ڈاکٹر بدر، محترم شبیر ہاشمی و دیگر حضرات نے کراچی سے پہنچنے والے حضرات کا استقبال کیا۔ پورا اسٹیشن فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ "پیر یا در، پیر یا در، سنی یا در، سنی یا در۔ جوانیاں لٹائیں گے نظام مصطفےٰ لائیں گے، نورانی سے جو ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا" بعد ازاں استقبال کرنے والوں نے استقبالیہ تقاریر کیں اور اسٹیشن پر ایک جلسہ کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ چونکہ صوبہ کی تمام گاڑیاں نواز شریف نے ۲۳ مارچ کے جلسہ کے لئے ضبط کر لی تھیں اس لئے کنونشن گاہ تک پہنچنے میں بڑی دشواری



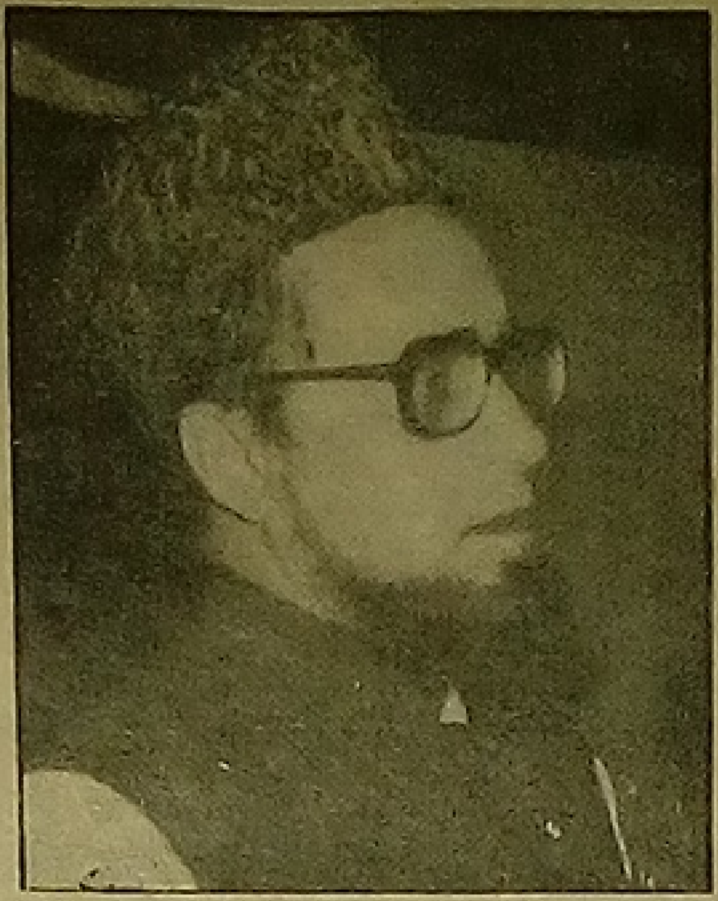
پیش آئی اور پورا قافلہ تانگوں، رکشوں اور سوزوکیوں کے ذریعہ عیدگاہ ملتان پہنچا۔

کراچی سے جو دستہ بذریعہ بس سید ارشاد علی کنوینر کراچی ڈویژن کی قیادت میں روانہ ہوا تھا ملتان نہیں پہنچا۔ رات کے دس بج چکے تھے۔ اجلاس بعد نماز مغرب شروع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی یہ قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا جس کی وجہ سے قائد اہلسنت کو بڑی تشویش تھی۔ بعد ازاں اطلاعات آنا شروع ہوئیں کہ راستہ میں ڈاکوؤں کا خطرہ ہے۔ پوری صورتحال سے آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ سخت اضطراب کے عالم میں تھے۔ آخر کار بس کا پہلا قافلہ رات دس بجے پہنچا تو مرزا فخرالدین نے بتایا کہ ڈاکوؤں کے خطرہ کے پیش نظر راستہ تبدیل کر لیا تھا۔ ہماری بسوں کے ڈرائیور بڑے ماہر تھے انہوں نے خطرہ کو بھانپ کر راستہ تبدیل کیا اور طویل راستہ اختیار کر کے یہاں پہنچے لیکن دو بسیں ابھی تک نہیں پہنچی تھیں۔ اس لئے سارے لوگ فکرمند تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ دوسری بسیں بھی رات تقریباً گیارہ بجے وہاں پہنچ گئیں اور تمام صعوبتیں اور مصیبتیں اٹھاتے ہوئے عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار یہ قافلہ بھی کنونشن میں شرکت کے لئے پہنچ گیا۔

۲۲ر تاریخ کو کنونشن کے منتظمین کو پورے صوبہ پنجاب سے ٹیلیفون موصول ہوتے رہے کہ نواز شریف صاحب نے بسوں کو ضبط کر لیا ہے۔ ٹرینیں بھی بک کرا لی ہیں۔ ذرائع نقل و حمل کے سارے راستے مسدود کر دیئے ہیں لیکن پھر بھی ہم پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ خادمین کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اجلاس میں شرکت کرنے اور پہنچنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ بہاولپور سے ایک نابینا حافظ سعید قادری صاحب ۲۰۰ر خادمین کا دستہ لے کر پا پیادہ ہی چل پڑے۔ اللہ اللہ قربان جائیے اس جذبہ پر۔

۲۳ر تاریخ کو بلوچستان کا دستہ مولانا فتح محمد بارو زئی صدر جمعیت علمائے پاکستان صوبہ بلوچستان کی قیادت میں ملتان اسٹیشن پہنچا اور سیدھا عیدگاہ روانہ ہو گیا۔

۲۳ر مارچ کی صبح کو صوبہ سرحد سے دس بسوں میں سوار ایک عظیم الشان قافلہ عصمت اللہ صاحب مستی خیل کی زیر قیادت شہر ملتان میں داخل ہوا اور سیدھا کنونشن گاہ پہنچا۔ ۲۳ر مارچ کی صبح کو پورے پنجاب کے ہر شہر سے خادمین جمعیت علمائے پاکستان، ممبران مرکزی مجلس شوریٰ و عاملہ، علماء کرام کنونشن گاہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ صوبہ سندھ



سے جو علماء کرام کنونشن میں شرکت کے لئے پہنچے ان میں مولانا عبدالسبحان قادری، مولانا صدیق ملتانی، مولانا غلام حسن غفاری، مولانا عبدالکریم سیالوی، مولانا مختار احمد قادری، مولانا عبدالعلیم قادری، مولانا غلام فرید چشتی، مولانا عبداللہ نعیمی، حافظ عبدالقدیر، مولانا عبدالکریم چشتی، مولانا عبدالقادر قادری، مولانا محمد افضال نورانی، حیدرآباد سے مولانا محمد سعید احمد قادری، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، حضرت مولانا نورالدین قادری، مولانا خادم حسین صاحب، مولانا محمد رفیق صاحب۔ جیکب آباد سے مولانا محمد شریف سرکی۔ سکھر سے مولانا محمد عارف سعیدی، میرپور ماتھیلو سے مولانا محمد قاسم پتافی اور پیر عبدالحمید قادری بھرچونڈی شریف تھے۔ صوبہ پنجاب کے علماء کرام میں علامہ عطا محمد بندیالوی، صاحبزادہ حامد سعید کاظمی، صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی، صاحبزادہ قاری محمد میاں، مولانا شبیر احمد ہاشمی۔ مشائخ کرام میں صاحبزادہ خواجہ عبدالمنان تونسوی، فیصل آباد سے پیر انوار حسین شاہ، گجرات سے حضرت صاحبزادہ محمد صدیق نقشبندی۔ بشیر پور سے صاحبزادہ علامہ محمد احمد صاحب، فیصل آباد سے پیر انوار حسین شاہ و دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ صوبہ سرحد سے دیوان آل سیدی اجمیری، صاحبزادہ اکرم شاہ گڑھی شریف کے علاوہ دیگر ممتاز علماء کرام نے شرکت کی۔ صوبہ بلوچستان سے مولانا حبیب احمد نقشبندی، مولانا محمد وارث صاحب، مولانا غلام محمد صاحب قاسمی، مولانا محمد قاسم ساحل بلوچ کے علاوہ دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔

۲۲ر مارچ کو جمعیت کے خادمین کا ملک گیر کنونشن بعد نماز مغرب غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب کاظمی نور اللہ مرقدہ کے مزار شریف کے زیر سایہ شروع ہوا تھا۔ اس شہر میں ۱۹۴۸ء میں علامہ کی زیر سرپرستی جمعیت علماء پاکستان کی داغ بیل پڑی تھی اور مولانا ابوالحسنات قادری جمعیت کے پہلے صدر اور علامہ سید احمد شاہ سعید کاظمی جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ اسی مناسبت سے جمعیت کا ملک گیر کنونشن کے لئے ملتان شہر کا انتخاب کیا گیا تھا۔ کنونشن کی پہلی نشست حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زیر صدارت ہوئی۔ نظامت کے فرائض عبدالرزاق سنگھانی کونسلر بلدیہ عظمیٰ کراچی جمعیت علماء پاکستان کراچی نے انجام دیئے۔

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمزمی سے ہوا۔ سب سے پہلے مقرر جناب محمد صدیق راٹھور تھے جنہوں نے کنونشن کی غرض و غایت پر سیر حاصل تقریر کی۔ دوسرے مقرر جناب علامہ شبیر احمد ہاشمی تھے جنہوں نے جمعیت کے حالیہ انتشار کی ذمہ داری آئی جے آئی اور نواز شریف ٹولہ پر ڈالی اور کہا کہ نواز شریف کا ٹولہ جماعت اسلامی کا شکار ہو چکا ہے اور آئی۔ جے۔ آئی کی پالیسیاں منصورہ میں ترتیب دی جاتی ہیں۔ منصورہ کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ کس طرح جمعیت علمائے پاکستان میں شگاف ڈالا جائے۔ آخر کار حلقہ نمبر ۱۹ کے الیکشن میں ہمارے اکابر نانصے کے چکر میں آگئے "بریف کیس" سیاست میں ملوث ہو گئے اور چند سکوں اور ۲ر سو مرلہ پلاٹ کے عوض جمعیت کو "نواز شریف" کے حوالے کر دیا۔ وہ گھن گرج آواز جو مولانا عبدالستار خان نیازی کی تھی، جو ہمیشہ "نواز شریف" کو "بارا شریف" کہہ کر پکارتے تھے سکوں کی جھنکار میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دب کر رہ گئی۔ انہوں نے جمعیت کے خادمین کو مشورہ دیا کہ وہ "جماعت اسلامی" کے فتنوں سے ہوشیار رہیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں متحد رہیں۔ ملک میں نظام مصطفےٰ برپا کرنے کی جدوجہد میں اُن کا ساتھ دیں۔ جس پر پورا مجمع کھڑا ہو گیا اور بیک آواز نعروں سے سارا مجمع گونج اٹھا۔ ہم سب کا قائد نورانی، ہم سب کا رہبر نورانی، نہ جھکنے والا نورانی، نہ بکنے والا نورانی۔

اس کے بعد چاروں صوبوں کے جنرل سیکریٹریز نے اپنے اپنے صوبوں کی رپورٹ اجلاس میں پیش کیں۔ بعد ازاں اجلاس نماز تہجد تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔ صبح چار بجے ہزاروں خادمین نے قائد اہلسنت کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور استاذ العلماء حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر فاضلانہ درس قرآن دیا اور قرآن کریم کی روشنی میں عمل کی تلقین کی۔ بعد ازاں نماز فجر ادا کی گئی۔ درس حدیث کی نشست ہوئی اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام فرید صاحب ہزاروی نے حدیث شریف پر درس دیا اور اس کے بعد ناشتہ کا وقفہ دیا گیا۔

۲۳ مارچ کو دوسری نشست ٹھیک صبح ۹ بجے شروع ہوئی۔ نشست کا آغاز تلاوت کلام اور نعت شریف سے کیا گیا۔ نعت شریف کراچی سے آئے ہوئے ممتاز نعت خواں محمد یوسف میمن نے خوش الحانی کے ساتھ پڑھی اور پورے مجمع میں ایک سرور پیدا کر دیا۔ دوسری نشست میں چاروں صوبوں سے خادمین پہنچ چکے تھے اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اب اپنے قائد علامہ شاہ احمد نورانی کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی میں محو سماعت تھا۔ انجمن طلبہ اسلام کے مرکزی نائب صدر عبدالرؤف مرزا نے تقریر کا آغاز کیا اور پُرجوش انداز میں طلباء کو ہدایت دی کہ وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی بے لوث اور جرات مند قیادت پر بھروسہ کرتے ہوئے نظام مصطفےٰ کا سفر جاری رکھیں، انجمن نوجوانان اسلام کراچی کے کنوینر طارق محبوب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوانوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ قائد کے حکم پر اپنی گردنیں

و جمعیت علمائے پاکستان نہ مارشل لاء کی باقیات کی گود میں اور نہ ہی پیپلز پارٹی کی جھولی میں گرے گی۔

و عورت کی حکمرانی کے ذمہ دار ضیاء الحق اور آئی جے آئی کا ٹولہ ہے۔

و جمعیت "سودے بازوں" سے پاک ہو چکی ہے۔

کٹا دیں گے انہوں نے کہا ہمارے ماضی کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ حق بات کہی ہے اور کبھی کسی جابر اور ظالم حکمران کے سامنے سر نہیں جھکایا انہوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کو یقین دلایا کہ نوجوان آپ کے حکم پر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے آرگنائزنگ سیکریٹری جناب عثمان نوری نے پرجوش انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان ـــــ اس ملک میں نظام مصطفےٰ کا انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ جو یقیناً ملک میں سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی تبدیلی کا باعث ہوگا انہوں نے کہا کہ خادمین اور کارکنان اپنی زندگیوں میں علم و عمل کا حسین امتزاج پیدا کریں۔ اس لئے کہ کارکن ہی کسی تحریک کی کامیابی یا ناکامی کا سبب بنتے ہیں لہذا کارکنان اپنے اندر انقلاب برپا کریں اس موقع پر انہوں نے علامہ اقبال کا شعر پڑھا ؎

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

انہوں نے کارکنان سے کہا کہ نظام مصطفےٰ کی آواز پہنچانے کے لئے وہ پورے ملک میں پھیل جائیں اور اور اس نازک وقت میں اپنی قوت اور استعداد سے بڑھ کر جدوجہد کریں۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے، تو پھر لہو کیا ہے

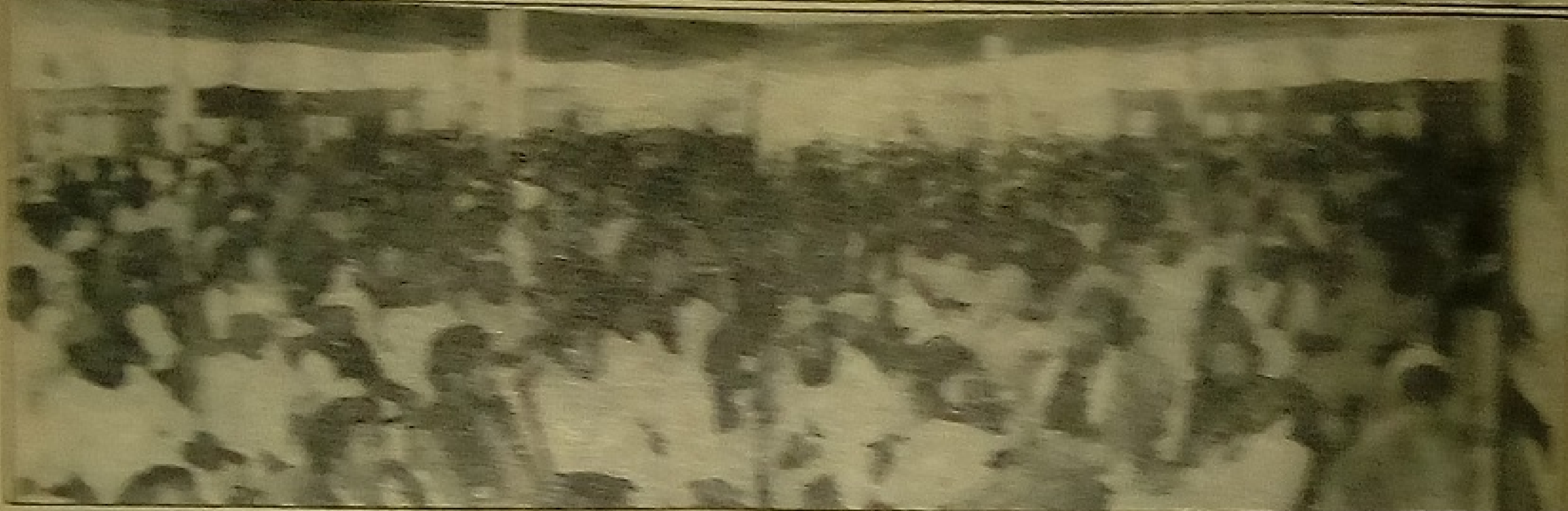
عثمان نوری نے مزید کہا کہ انجمن طلباء اسلام اور انجمن نوجوانان اسلام ہمارا قیمتی اثاثہ ہیں ان کی بھرپور سرپرستی کر کے ہم مستقبل کو تابناک بنا سکتے ہیں۔

محترم صوفی ایاز خان نیازی نائب مرکزی ناظم اعلیٰ نے "جہاد" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "جہاد" ہی وہ تلوار ہے جو عصبیت کی چٹان کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے انہوں نے کہا آپ میں نہ کوئی پنجابی ہے نہ کوئی سندھی نہ کوئی بلوچی اور نہ ہی پٹھان آپ صرف اور صرف رسول اللہ کے جانثار ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کا یہاں آنا بھی "جہاد" ہے آپ یہاں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری و ساری رہنے کے لیے آئے ہیں انہوں نے کہا کہ اس وقت جو قیادت جمعیت علماء پاکستان کو میسر ہے وہ کسی اور جماعت کو نہیں انہوں نے کہا کہ یہ علامہ مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی شخصیت ہے جس نے قادیانیوں کے فتنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا صوفی ایاز خان نیازی نے کہا کہ میری اس پیرانہ سالی آنکھ نے آج تک ایسا مخلص اور بے لوث قائد نہیں دیکھا یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس کا ساتھ اس طرح نہیں دے سکے جیسا کہ دینا چاہیئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت کو ماضی میں جمعیت ہی کے سوداگروں سے نقصان اٹھانا پڑا ہے اس لئے خادمین کو جمعیت کے ساتھ نظام مصطفےٰ کی جدوجہد کے جہاد میں لگن سے کام کرنا چاہیئے۔

صوفی ایاز خان نیازی نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جو ٹولہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے ساتھ گیا ہے وہ مفاد پرستوں کا ٹولہ ہے، وہ کسی کے وفادار نہیں وہ صرف اپنے مفادات سے وفا کرتے ہیں ماضی میں بھی انہوں نے ضیاء الحق کی خدمت کی اور جمعیت کو نقصان پہنچایا اور آج بھی انہوں نے اپنے ہی مفادات کی خاطر جمعیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں انہوں نے خادمین کو تلقین کی کہ وہ ان مفاد پرست ٹولے سے ہوشیار رہیں اور ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیں۔

محمد احمد صدیقی نے اجتماع سے افراد، معاشرہ اور جماعت کے موضوع پر بھرپور دلائل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ودیعت فرمائی ہے کہ وہ اپنی پسند کی جماعت میں رہے اس لئے خادمین کو اس بات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ جمعیت علماء پاکستان میں نظریات کی بناء پر شمولیت حاصل کر رکھی ہے۔ اور وہ نظریہ ہے ملک پاکستان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو نافذ کرنے کا۔ انہوں نے کہا کسی بھی جماعت کے تین ادوار ہوتے ہیں۔ عہد طفلی۔ عہد شباب اور عہد پیری جماعت کو انحطاط سے بچانے کے لئے ان میں نوجوان نسل کو شامل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے اس لئے صوبائی۔ ضلعی اور علاقائی عہدے داروں سے میری درخواست ہے کہ وہ نوجوانوں کو اپنی صفوں میں شامل کریں۔ ورنہ آپ کے ہم خیال نوجوانوں کو کوئی اور "اچک" لے جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماہرین سیاسیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جماعت کے قائد میں دو خصوصیات ہونا لازم ہیں۔ اول تو یہ کہ اس سے سب محبت کریں۔ اور دوم یہ کہ اس سے سب خوفزدہ رہیں۔ محبت اس لئے کریں کہ وہ ہر ایک سے محبت اور شفقت سے پیش آتا ہو اور خوفزدہ اس لئے رہیں کہ اس کی اصول پسندی اور ایمانداری کی وجہ سے "غلط کار" لوگ سودے بازی نہ کر سکیں جب انہوں نے مجمع سے پوچھا کہ کیا ہمارے قائد میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں تو پورا مجمع اٹھ کھڑا ہوا اور جیئے نورانی، نورانی، نورانی کا فلک شگاف نعرہ لگنے لگا۔ محمد احمد صدیقی نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ایک "مرکزی تربیتی سیل" قائم کیا جائے تاکہ خادمین کو معاشیات۔ سیاسیات۔ اسلامیات اور حالات حاضرہ پر تربیت





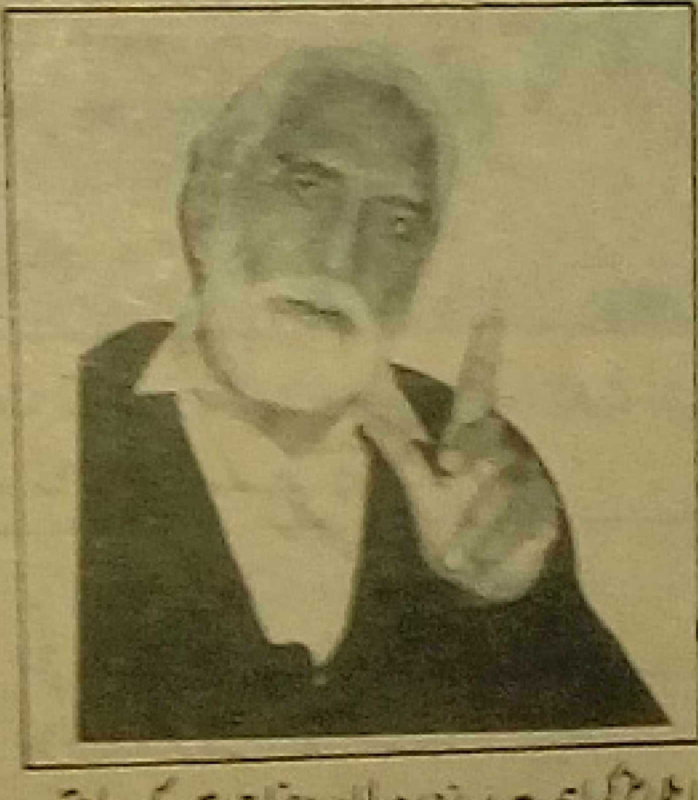
ہیں جب ہم اسمبلی میں تھے تو دستور کو اسلامی بنایا۔ حالانکہ اس سے پہلے جتنے دستور تھے اس میں اسلام کا نام نہیں تھا جب ہم اسمبلی میں تھے تو قادیانیت کا فتنہ ختم کرایا۔ جب ہم اسمبلی میں تھے تو دینی مدارس کی تنظیم، تنظیم المدارس کو رجسٹرڈ کروایا اور وہاں کے فارغ التحصیل علماء کی سند کو ایم اے کے برابر تسلیم کرایا۔ اے غیور سنیو! تم نظام مصطفےٰ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ اگر تم سب مل کر نظام مصطفےٰ کو ووٹ دو تو نہ صرف عورت کی سربراہی کا غیر شرعی مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا بلکہ اور دوسرے مسائل بھی، فحاشی و عریانی کا مسئلہ، سود کا مسئلہ، جوا کا مسئلہ اور دوسرے بھی بے شمار مسائل غیر شرعی ہیں۔ ان کی طرف بھی توجہ دینا ہے ان کو بھی ختم کرانا ہے سارے غیر شرعی مسئلوں کو ختم کرانا ہے۔

نماز جمعے کے بعد کنونشن کا اختتامی اجلاس شروع ہوا، تلاوت کلام پاک کے بعد کراچی کے کنوینر پیر ارشاد علی نے کنونشن کی غرض و غایت کے بارے میں تقریر کی۔ بعد ازاں سید حامد سعید کاظمی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج یہ جم غفیر اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ سنیوں کے قائد صرف اور صرف حضرت علامہ شاہ احمد نورانی ہیں جنہوں نے ہر دور میں باطل پرستوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے علماء کی بھاری اکثریت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ ہے ہم مولانا شاہ احمد نورانی کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک اس ملک میں نظام مصطفےٰ کا نفاذ نہیں ہو جاتا ہم اپنی جدوجہد جاری و ساری رکھیں گے۔ ہماری منزل نہ اسلام آباد ہے نہ اسمبلی بلکہ ہمارا اصل ہماری منزل سبز گنبد کے آقا کے نظام کے نفاذ کا مطالبہ ہے میں آپ کو بیس ہزار خادمین کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ اس جہت میں کسی سے پیچھے نہیں پائیں گے۔

جناب صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر احمد نے نظم و ضبط کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم کے نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے نظم و ضبط بہت ضروری ہے جس جماعت میں پارٹی ڈسپلن کا فقدان ہو تب وہ کبھی پروان نہیں چڑھ سکتی اس لیے تمام کارکنوں کو چاہیے کہ وہ قائد کے کہنے پر عمل کریں [illegible] قائد اور ہمارے رہبر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ ہمیں ان کی قیادت پر فخر ہے ہمیں انہیں کی اطاعت پر فخر ہے۔

اجتماع سے صاحبزادہ اکرم شاہ قائم مقام ڈپٹی سیکرٹری جنرل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان وہ واحد تنظیم ہے جس نے ملک میں جمہوریت کے لئے جان توڑ کوشش کی ہے اور ہر دور میں جابروں اور ظالموں کا مقابلہ کیا ہے لیکن افسوس کہ جمعیت کے ایک قائد نے پیرانہ سالی میں جمعیت کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن قائد اہل سنت کی دلیرانہ قیادت نے جمعیت کی ساکھ کو بچایا ہم سب قائد اہل سنت کی قیادت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور ان کو باور کراتے ہیں کہ ہر مشکل دور میں ہمارا تعاون ان کو حاصل رہے گا۔

اجتماع سے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت پیر اعجاز احمد ہاشمی نے موجودہ دور میں



اجلاس کی اہمیت پر زور دیا اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ جمعیت کے پیغام کو آگے بڑھانے میں کس طرح اجلاس سے کام لینا چاہیے۔ اجلاس سے صوبہ بلوچستان کے مولانا تاج محمد [illegible] مولانا حبیب احمد نقشبندی نے بھی خطاب کیا جب کہ عبید اللہ قادری و دیگر حضرات نے متعدد قرار دادیں پیش کیں۔

کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان اور سرحد کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کے [illegible] مولانا [illegible] صدیقی نے بھی شرکت کی۔

جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے جنرل سیکریٹری اور قومی اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی لیڈر حافظ محمد حسین انصاری نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حلقہ نمبر ۹۹ کے الیکشن پر مفصل روشنی ڈالی اور انتشار کے پیدا کرنے والے شرپسند کو بے نقاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی کو [illegible] نواز شریف [illegible] حقی ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ غلط ہے کہ جمعیت علماء پاکستان پیپلز پارٹی کی ٹیم ہے انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے ان سے کہا تھا کہ اگر خفیہ بیلٹ کے ذریعے بے نظیر کو اعتماد کا ووٹ دینا ہوگا تو وہ دیں گے لیکن اگر ہاتھ اٹھا کر دینا ہوگا تو وہ پھر نہیں دیں گے جس پر میں نے ان سے کہا کہ شرعی احکامات، شرعی احکامات ہوتے ہیں۔ چاہے وہ پوشیدہ طور پر کئے جائیں یا ظاہری طور پر۔ یہ منافقت مجھ سے نہیں ہوگی۔ کہ اگر پوشیدہ طور پر ووٹ دینا ہو تو بے نظیر کو دیں اور ظاہری طور پر دینا ہو تو نہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک جو کام ظاہری طور پر غلط ہے وہ پوشیدہ طور پر بھی غلط ہے۔ بہرحال آہستہ آہستہ انہوں نے نواز شریف ٹولے نے گٹھ جوڑ ڈالنا شروع کر دیا اور مولانا عبدالستار خان نیازی سے قائد اہل سنت کے بارے میں لوگوں میں بدگمانی پیدا کرنے لگے اور اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق جمعیت کے دفتر پر قبضہ کر لیا۔ کاغذات پر قبضہ کر لیا غنڈوں کو اکٹھا کیا۔ نام نہاد خادمین کا اجلاس طلب کیا کسی بھی خادم کو اجلاس کا نوٹس نہیں بھیجا اور اس طرح سے منصوبہ کے ذریعے گئے پروگرام پر عمل کر کے ہمارے عظیم قائد، قائد اہل سنت کو معزول کرنے کا "معزول" کیا جب انہوں نے خادمین سے پوچھا کہ جمعیت کا صدر کون ہے تو تمام خادمین نے ہاتھ اٹھا کر کہا نورانی، نورانی۔ انہوں نے کہا کہ بہرحال جمعیت سود کے بازوں سے پاک ہو گئی ہے۔

اجلاس سے جمعیت علماء پاکستان اور سرحد کے جنرل سیکریٹری خواجہ غلام سدید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عزم نو کے ساتھ تمام خادمین کمر بستہ ہو جائیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں اس ملک میں نظام مصطفےٰ کو رائج کریں۔ انہوں نے کہا خادمین کو چاہیے کہ گاؤں گاؤں جا کر جمعیت کے پیغام کو گھر گھر پہنچائیں، ہر روز کم از کم ایک گھنٹہ جمعیت کے کاموں کے لئے صرف کریں اور جمعیت کو مضبوط کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔ جمعیت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر [illegible] نے کہا [illegible]

باقی صفحہ [illegible]

رمضان المبارک

جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا بخشش اور تیسرا دوزخ سے آزادی

پاکستان
۲۷ رمضان المبارک
کو
منصۂ شہود پر
جلوہ گر
ہوا۔



ہر رمضان انسان کی آزادی کا ایک دن ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رمضان کی اس بابرکت [illegible] کو رحمت، نزول قرآن کا [illegible] قرار دیا ہے۔ اس دن انسان کو انسان کی بندگی سے نجات مل گئی [illegible] انسان نے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی گردن میں ڈال لی تھی لیکن [illegible] اس کے بس کی بات نہیں تھی [illegible] ذلتوں اور شقاوتوں کے اس بوجھ تلے دب کر جان دے دیتا تھا اور غلامیاں اس کا مقدر بن گئی تھیں [illegible]

[illegible]

حکیم محمد سعید

قرآن نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:

"[illegible] لیلۃ القدر [illegible] ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر اور قدر و قیمت والی ہے۔"

[illegible]

نظام استبداد ملوکیت کی ایک نقاب پوش شکل ہے اور اسلام کی ضد ہے اس میں انسان کو وہ آزادی میسر نہیں آسکتی کہ جو اسے اسلام عطا کرتا ہے یہی وہ مغربی نظام حکومت ہے جس نے اشتراکیت کے ساتھ مل کر یہ آواز بلند کی کہ اقتدار کا سرچشمہ عوام ہیں انہی کو حق حکومت پہنچتا ہے مگر قرآن کریم اس مفروضے کو باطل قرار دیتا ہے قرآن کے نزدیک کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو اپنا محکوم بنائے۔

قرآن انسانوں کی تمدنی زندگی کے لئے نظام حکومت کو ضروری قرار دیتا ہے لیکن اس کا کہنا یہ ہے کہ حکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔

"وہ اپنے حق حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا"
(الانعام ـ ۵۰)

اس اساس پر اور اس بنا پر:
"اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی محکومیت اختیار نہ کی جائے"۔ (یوسف ـ ۴۰)

نیز "یہی محکم نظام حیات ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے"۔ (یوسف ـ ۴۰)

اور وہ انسانی حکومتوں کی حیثیت بدل کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے غلامی کی زنجیریں کاٹ دی ہیں اور آزادی کا سانس لیا ہے۔

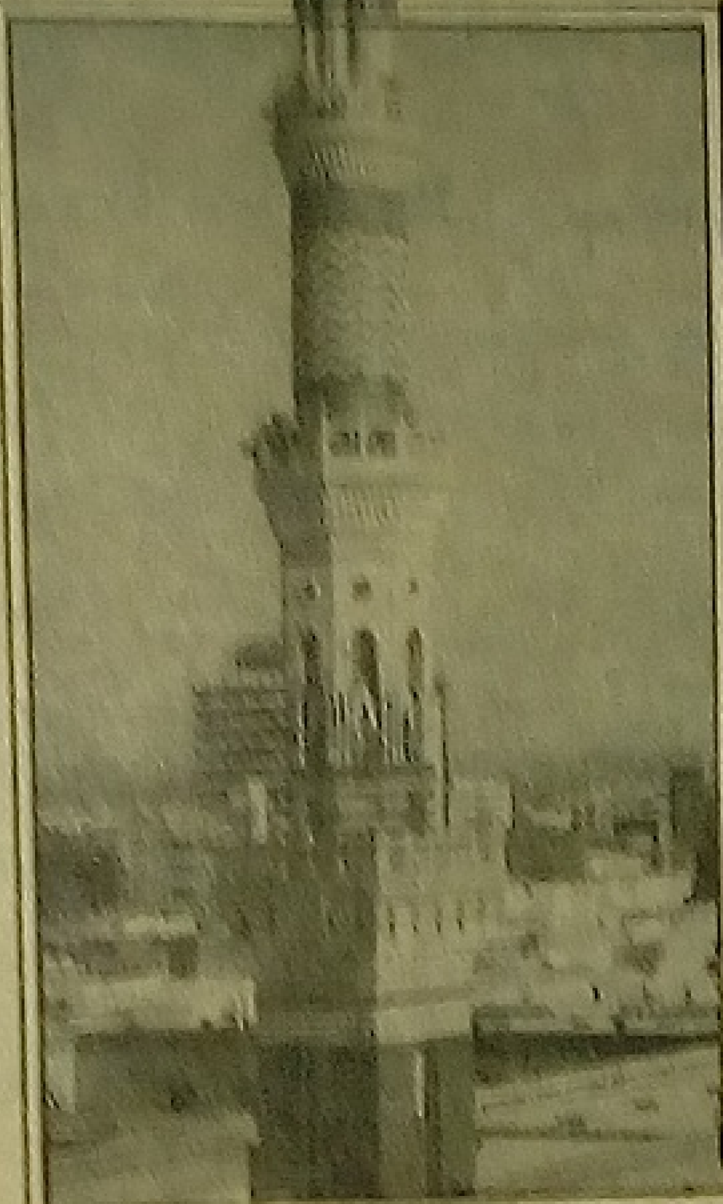
قرآن ذرہ بھر ابہام کے بغیر کہتا ہے کہ حکومت اللہ کی کتاب یعنی قرآن حکیم کے ذریعے سے قائم ہوگی جس میں کسی انسان کو دخل نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ اپنے اختیارات کسی کو تفویض نہیں کرتا اس حقیقت کی توضیح کے لئے خود زبان نبی اکرمؐ سے کہلوا دیا گیا

"کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور حاکم کی طلب و جستجو کروں حالانکہ اس نے اپنی کتاب نازل کر دی ہے کہ جو مفصل ہے"۔

مسلمان جنگ تحریک آزادی میں شریک ہوئے اور آزادی کی اس جدوجہد میں اس نظریہ اساسی کے ساتھ متحد و متحرک ہوئے کہ وہ پاکستان قائم کریں گے جہاں قرآن کی حکومت قائم ہوگی اور اللہ کا قانون نافذ ہوگا ان کے پاس [illegible] صادق تھا [illegible] ایمان [illegible] محکم۔ دنیا کی [illegible] طاقت مسلمان [illegible] کے سامنے [illegible] استعمار نے شکست کو تسلیم کر کے ہتھیار ڈال دیئے۔

جاودان [illegible] عجیب [illegible] حقیقت [illegible] پاکستان [illegible] عالم وجود [illegible]

ہیں [illegible] شہید [illegible] ہوا۔ [illegible] رمضان المبارک تھی یوم نزول قرآن تھا [illegible] کا [illegible] نظام [illegible] کو جو تمام عالم اسلام کے [illegible] ہے اور جس کی عظمت [illegible] یہ حیثیت ابدی تھی [illegible]



علامہ اقبالؒ نے مغرب کے جمہوری نظام کو اسلام کے خلاف قرار دیا۔

[illegible] قرآن قائم ہو [illegible] رمضان المبارک کی [illegible] شب کو [illegible] انسانی [illegible] قرآن [illegible] کتاب [illegible] انسان [illegible]

[illegible]

بتانِ رنگ و خو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

"کہیں مجاہدین کے بھیس میں کچھ روسی ایجنٹ تو نہیں آ رہے ہیں"

مولانا نورانی کی اس بات کو واقعات نے صحیح ثابت کردیا

تاریخ کے ابواب تاباں اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ ملک خداداد (پاکستان) ہم جو جرنلوں اور مفاد پرست کرنلوں نے فوج کے ذریعہ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ قائداعظم محمد علی جناح کی قابل قدر قیادت اور علماء و مشائخ اہلسنت کے تعاون نیز برصغیر کے مسلمانوں کی متحدہ قوت سے حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج چند مفاد پرست اپنی کرسیوں کو بچانے اور اقتدار کو طول دینے کے لئے اس بچے کھچے پاکستان کی سالمیت کو داؤ پر لگانے سے باز نہیں آتے ہیں۔ اللہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین ؎

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشی ہے تو نے
انہیں بازوئے حیدری بھی عطا کر

قائد اہلسنت، مجاہد ملت، مدبر سیاست حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب صدیقی دامت برکاتہم کے ارشادات کے مطابق ایوب خان مرحوم کے پہلے مارشل لاء نے پاکستان کے دریاؤں اور بعض حقوق کو کھویا، یحییٰ خان کے دوسرے مارشل لاء نے مشرقی پاکستان کو گنوایا اور بنگلہ دیش بنوا دیا۔ ضیاء الحق صاحب کے مارشل لاء نے ۸ سال ایک منصوبہ کے تحت چھوٹے صوبوں کے باشندوں کے دلوں میں احساس محرومی و نفرت کا لاوا پکایا اور رہی سہی کسر کو اس طرح سے پورا کرایا کہ غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات کرا کے بھائی کو بھائی سے لڑایا اور دشمن اسلام و پاکستان انگریز کے اس فارمولے کو سچ کر دکھایا کہ آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو۔

حکومت نے کبھی شیعہ سنی کو لڑایا، کبھی دیوبندی بریلوی کو ورغلایا نیز کبھی سندھی پنجابی اور مہاجر میں جھگڑا کرایا اور کبھی بلوچ اور پختونوں میں خونریزی کرائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر
چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر
لہو پکارے گا آستین کا

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانو! میدانِ عمل میں نکل آؤ اور آپس میں متحد و متفق ہو کر اس نعمت خداداد کو جو

مولانا جمیل احمد نعیمی

رمضان شریف کی ۲۷ ویں شب میں ہمیں عطا کی گئی تھی اس کے دوام و استحکام کے لئے بھرپور انداز میں عمل کی کوشش کرو۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج پاکستان اندرونی اور بیرونی خطرات و سازشوں سے گھرا ہوا ہے۔ ایک طرف روس و بھارت آنکھیں دکھا رہے ہیں تو دوسری جانب بھارت اور روس کے ایجنٹ اندرون ملک تخریب کاریوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ قائد اہلسنت کی خداداد فراست اور قائدانہ بصیرت کی داد دینا پڑتی ہے اور یہ بات اخبارات کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ کافی عرصہ پہلے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی نے حکومت کو بالخصوص اور عوام کو بالعموم یہ کہہ کر آگاہ کر دیا تھا کہ ضیاء الحق صاحب کو ایک پڑوسی ملک سے آئے ہوئے مظلوم مسلمان بھائیوں کی تو ضرور بھرپور طریقہ پر مدد کرنا چاہئے اور یہ ہمارا اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے لیکن اس چیز پر بھی ہمیں نظر رکھنا چاہئے کہ کہیں مجاہدین کے بھیس میں کچھ روس کے ایجنٹ تو نہیں آ رہے ہیں۔ قائد اہلسنت کے ان بیانات پر بعض احباب نے چند خاص مجلسوں میں اظہار ناراضگی بھی کیا تھا لیکن واقعات، حالات اور حکومت کے بیانات نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ قائد موصوف کا خیال سو فیصد صحیح تھا۔ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خاص طور پر باجوڑ اور کوئٹہ کے دھماکوں اور پنجاب، سندھ کے ہنگاموں اور تباہ کاریوں نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ روس و بھارت کے ایجنٹ پاکستان کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور انہوں نے پاکستان کو بارود اور اسلحہ کی آماجگاہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین ؎

بھلا چاہو اے یارب تم میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے ہم نے پالے ہیں

آج کل صوبہ سندھ میں بھائی کو بھائی سے جس طرح لڑایا جا رہا ہے وہ نہایت ہی افسوسناک اور شرمناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکام اور عوام کو عقل سلیم مرحمت فرمائے اور مسلمانوں میں اخوت و محبت کا جذبہ عطا فرمائے۔

اسلام کا تصور قومیت

اسلام کا تصور قومیت اقوام عالم کے تصور قومیت سے بالکل مختلف ہے۔ دیگر اقوام کا معیار رنگ و خون، نسل و قبیلہ اور وطن و زبان ہیں جبکہ اسلام کا تصور قومیت آفاقی اور ہمہ گیر ہے۔ اس کی قومیت کی بنیاد رنگ و خون، وطن و علاقہ، نسل و قبیلہ اور زبان پر نہیں بلکہ صرف اور صرف دین پر ہے جو ان تمام رشتوں اور نسبتوں سے بلند و بالا ہے کیونکہ خدا کا دین اپنے اندر آفاقیت و عالمگیریت لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اس دین کے ماننے والے خواہ کسی خطے اور کسی علاقے کے ہوں وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جیسا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

اسلام کا تصور قومیت صرف دین پر ہے

دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا جمعیت پھر کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

لہٰذا اس معیار قومیت پر ہم مسلمانوں کو اپنے آپ کو پرکھنا اور تیار کرنا چاہیئے۔ سندھی، پنجابی، بلوچ، پختون، بنگالی اور مہاجر و کشمیری کے عنوان سے تعارف کرانا تو صحیح ہوتا ہے لیکن صرف تعارف اور شناخت کے لئے۔ اور اگر یہ نسبتیں اسلام اور تعلیمات اسلام سے متعارض و متصادم ہو جائیں تو یہی اندازِ فکر و نظر اور سوچ عصبیت جاہلیہ بن جاتی ہے جو کہ اسلام میں ناجائز اور مسلمانوں کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہوگی۔ مولائے کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو اس آفت سے محفوظ و مامون رکھے۔

پس چہ باید کرد

اب رہا یہ سوال کہ اس مرض کا علاج اور اس درد کا درماں کیا ہے تو وہ مندرجہ ذیل ہے: شامتِ اعمال کے باعث آج یہ ملک خداداد جن ہلا دینے والے واقعات اور خطرات سے دوچار ہے اس کی بقاء و استحکام کے لئے جن تدابیر کو اختیار کرنا چاہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) مسلمانوں میں وہی اخوت و محبت کا جذبہ اور ولولہ جو کہ تشکیلِ پاکستان کے وقت تھا پیدا کرنا چاہیئے تاکہ ملتِ اسلامیہ جسدِ واحد کی طرح رہے۔ جیسا کہ شاعرِ مشرق نے کہا ؎ مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ۔

جب اس نسخہ کیمیا اثر پر عمل ہوگا تو انشاء اللہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور خلوص و محبت کو فروغ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ پاکستان کی تعمیر کے وقت تھا۔ اس وقت نہ کسی نے پنجابی، سندھی، بلوچی، پختون اور مہاجر و بنگالی ہونے کا نعرہ لگایا اور نہ اس اندازِ فکر کو اہمیت دی بلکہ صرف مسلمان اور پاکستانی ہونے پر فخر کیا۔ بلکہ ایک مسلمان بھائی نے اسلام اور ایمان کے رشتہ کی وجہ سے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اپنے چشم و دل کو فرشِ راہ کیا۔ بعد میں یہ محبتیں نفرتوں میں کیوں تبدیل ہوئیں۔ اربابِ حل و عقد اور اسلام کا حقیقی درد رکھنے والے سمجھدار مسلمانوں کو اس مرض کی تشخیص کرنا چاہیئے اور جلد از جلد اس مرض کے ازالے کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور امتِ مسلمہ کے جسم سے اس ناسور کو دور کر دینا چاہیئے۔ بقول شاعرِ مشرق ؎
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم

(۲) اربابِ اقتدار و اختیار اپنے اقتدار کو طول دینے اور اپنی کرسیوں کو مضبوط کرنے کی تگ و دو میں رات دن لگے رہنے کے بجائے مختلف صوبوں میں جو احساسِ محرومیت روز بروز بڑھ رہا ہے اس کے ازالے کی طرف توجہ دیں نیز بنیادی حقوق، سیاسی آزادی اور اسلام کی معاشی مساوات دے کر مسلمانوں کو مطمئن کریں تاکہ یہ خیال ملک کے باشندوں میں نہ پیدا ہو کہ پاکستان میں ایک ہی شخص تمام طاقت و قوت کا مرکز و محور ہے اور جدھر دیکھئے فیصل آباد کے ٹاور کی طرح وہی ذات موصوف نظر آئے۔ نیز یہ کہ اسلام کا نام صرف استحصال کے لئے استعمال نہ کریں جس کی زندہ مثال نظام زکوٰۃ و صلوٰۃ اور حدود و قصاص نیز سود سے پاک نظام بینکاری کا دعویٰ ہے۔ دنیا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مارشل لاء حکومت کا نو سالہ اور نام نہاد سول حکومت کا دو سالہ دورِ حکومت خود اس کے دعوے کی نفی کرتا ہے۔ اگر حکومت نے مختلف صوبوں کے جائز حقوق نہ دیئے اور پیار و محبت سے نہ سمجھایا اور طاقت و قوت یا مارشل لاء کا ہوّا بار بار قوم کو دکھایا تو پھر اس ملک کا خدا حافظ ہے (میرے منہ میں خاک)۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس فتنے سے محفوظ رکھے۔ ہمارے حکام کو اس نقطۂ نظر سے بھی غور کرنا چاہیئے کہ خدا نخواستہ اگر یہ ملک نہ رہا تو پھر ہماری کرسی اور اقتدار کہاں رہے گا؟

(۳) پاکستان کے مختلف صوبوں کے سیاست داں حضرات کو بھی صبر و تحمل اور دانشمندی سے کام لیتے ہوئے ملک کے معروضی حالات پر غور و فکر کرنا چاہیئے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل صرف کنفیڈریشن ہی کا نعرہ نہیں لگایا جا رہا ہے بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر ہماری اس مذکورہ بات کو نہ مانا گیا تو ہم پاکستان سے علیحدگی حاصل کریں گے۔ افسوس! صد افسوس! کہ ان جذباتی اور ناعاقبت اندیش لیڈروں نے شاید ابھی تک مشرقی پاکستان کے سانحے سے درسِ عبرت حاصل نہیں کیا۔ ان لیڈروں کو اس بات پر ٹھنڈے دل سے کام لینا چاہیئے کہ اگر خدا نخواستہ یہ ملک نہ رہا تو ہم اپنی سیاست کی دکان کہاں اور کیسے چمکائیں گے۔

سندھی، پنجابی
بلوچی اور پٹھان
نسبتیں اگر اسلام سے
متصادم ہو جائیں
تو مسلمانوں کے لئے
زہرِ ہلاہل ثابت ہوں گی

کہ فضا میں پھر رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ غمِ آشیاں کا وقت نہیں

(۴) تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کو اپنے اپنے حلقۂ اثر میں وعظ و نصیحت کے ذریعہ مسلمانوں میں اخوت و محبت اور شفقت و مروت کے جذبہ کو فروغ دینا چاہیئے اور آگاہ کرنا چاہیئے کہ ہماری شومئی قسمت سے آج پاکستان افتراق و انتشار کے دوراہے پر کھڑا ہے نیز یہ کہ خود مسلمان کس آتش فشاں کے دہانے پر موجود ہیں۔ اس حالت میں اس کی معمولی سی غلطی بھی اس کو تباہ و برباد کر سکتی ہے۔ کیا اسپین و بغداد کی تباہی و بربادی اور مشرقی پاکستان کی جدائی ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری یہ علاقائی و صوبائی اور لسانی تفریق و سوچ ہمیں اس شعر کا مصداق بنا دے ؎

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اللہ! اللہ! آج کیا زمانہ ہے کہ مسلمان اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی سازش میں آ کر طبقاتی، صوبائی اور لسانی جنگ میں مصروف ہیں اور مسلمان مسلمان سے ہراساں و خوف زدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مسلمانوں کو اس اندازِ فکر سے بچائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اب میں آپ کی خدمت میں چند آیات کریمہ کا ترجمہ اور احادیث شریفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

•۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ سب مل کر اور آپس میں تفرقہ میں نہ جاؤ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔
______ (آل عمران۔ آیت ۱۰۳)

•۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی اور بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔
______ (الانفال۔ آیت ۴۶)

•۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔
______ (الحجرات۔ آیت ۱۰)

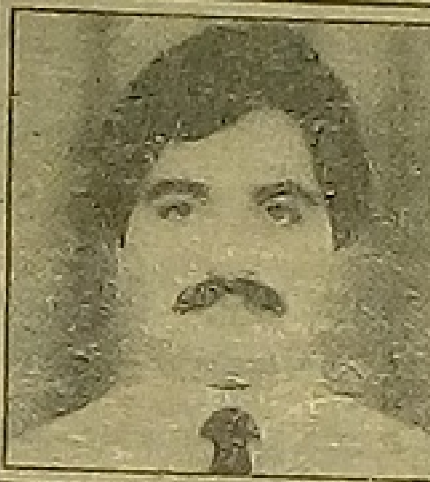
•۔ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔
______ (حم السجدہ۔ آیت ۳۳)

باقی صفحہ ۵۰ پر

ہم کو ہے اُن سے وفا کی اُمید

۱۹۶۷ء اس لحاظ سے پاکستانی عوام کے لئے بہت اہم خوش کن اور تغیر پذیر ثابت ہوا کہ اس سال ایوب خان کے غیر نظریاتی اور غیر سیاسی دور کے زوال کا آغاز ہو چکا تھا پاکستان کے عوام جو ۲۰ سال پہلے تک نظریاتی سیاست اور جمہوریت پرستی کا اعلیٰ نمونہ تصور کیے جاتے تھے اور جس کی بنیاد پر انہوں نے ہندؤوں اور انگریزوں کے حلق سے پاکستان کا نوالہ چھین لیا تھا تقریباً دس سال سے ایوبی آمریت کے جوتوں تلے اپنے نظریات اور اپنی تدریجی جمہوریت پسندی کا جنازہ نکلتے ہوئے دیکھ رہے تھے، اس دس سال کے عرصے میں ہزاروں مزدور کسان اور طلبہ گرفتار کیے گئے اور ان کو اپنے نظریات کی پاسداری کی سزا بھی ملی لیکن کبھی محترمہ فاطمہ جناح کے الیکشن کے پیرائے میں اور کبھی کراچی اور راولپنڈی کے ہنگاموں کی صورت میں عوام اس دور کے خلاف مسلسل احتجاج کرتے رہے۔

۱۹۶۷ء ہی کے دوران مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی، یہ بات میں یہاں واضح کرتا چلوں کہ ملک اس وقت دو سیاسی پلیٹ فارموں میں بٹ چکا تھا۔ اس دس سال کے طویل مارشل لاء دور نے بائیں بازو اور دائیں بازو کی اصطلاحوں کو جنم دیا تھا۔ ۱۹۵۱ء کے اوائل میں شہید لیاقت علی خان کے خلاف ایک میجر جنرل نے سازش کا جال بچھایا اور ان کا تختہ الٹنے کی کوشش کی اس میجر کا اور اپنے وقت کے شاعر اور مفکر فیض احمد فیض کا یہ اقدام کسی بھی حلقہ نے نہیں سراہا اور اس طرح بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے افراد اور انکی تحریک تاریکی میں ڈوبتی چلی گئی دوسری طرف جماعت اسلامی جو تحریک پاکستان کی بدترین دشمن اور قائدین پاکستان کی بدترین ناقد تھی مسلم لیگ کی غلط پالیسیوں اور دھڑے بندیوں کی وجہ سے اسلام اور تحریک پاکستان کی حمایت کا لبادہ اوڑھ کر دوبارہ سیاست میں وارد ہوئی۔ امدادی اور دیگر مذہبی عناصر بھی جمعیت علماء اسلام کے ذریعے دائیں بازو کا حصہ بن گئے۔



ڈاکٹر طلحہ صدیقی

یحییٰ خان کے مارشل لاء نے ملک کو اور زیادہ واضح دھڑے بندیوں میں بانٹ دیا مغربی پاکستان میں بائیں بازو کی جماعتوں میں پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی سرفہرست تھے جبکہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مولانا بھاشانی دونوں اشتراکی ذہنیت کے علمبردار تھے جہاں تک دائیں بازو کی تنظیموں کا تعلق تھا تو ان میں جماعت اسلامی اور جمعیت علماء اسلام سرفہرست تھے جبکہ جمعیت علماء پاکستان سیاست میں نووارد تھی اور مسلم لیگ ”نہ اِدھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے“ کے مصداق روایتی جاگیردارانہ سیاست کی منڈی بنی رہی۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۶ء تک کا عرصہ سوشلزم کے عروج کا زمانہ تھا، مصر میں جمال عبدالناصر، لیبیا میں کرنل معمر قذافی، شام میں حافظ الاسد اور پڑوسی ملک ہندوستان میں جواہر لعل نہرو کے بعد اندرا گاندھی سبھی مکمل یا ادھورے سوشلزم کے پیروکار تھے، مسلمان خصوصی طور پر ناصر، قذافی اور حافظ الاسد کے اسلامی سوشلزم سے بہت متاثر تھے اور ان افراد میں ذوالفقار علی بھٹو بھی شامل تھے، روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگاتے ہی پیپلز پارٹی نے جیسے عوام کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا ہو اور پچھلے دس سال کی محرمیوں اور تنگ دستیوں سے نجات کی خاطر عوام جوق در جوق بھٹو سیاست کے ہمنوا بن گئے۔

دوسری طرف جماعت اسلامی نے اپنی روایتی سیاست جاری رکھی، سوائے صوبہ سرحد کہ جہاں جمعیت علماء اسلام کا حلقہ اثر کافی نمایاں ہے جماعت کے لئے انتخابات میں ہمیشہ کھلا میدان رہا ہے۔ اسکی جنگ صرف اور صرف سیکولر جماعتوں سے رہی جن میں مسلم لیگ، کنونشن لیگ اور پیپلز پارٹی شامل ہیں جماعت اسلامی اگر اخلاص اور صحیح اسلامی جذبے کا مظاہرہ کرتی تو یقیناً عوام اسکے ساتھ رہتے لیکن اس جماعت کی سب سے بڑی کمزوری اور رسوائی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریریں تھیں، مولانا مودودی کی مذہبی جوش میں جن چیزوں کو حرام اور مکروہ قرار دے گئے تھے وہ چیزیں حکومت حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ تھیں اور یہی منافقت اپناتے ہوئے مودودی صاحب نے اپنی تحریروں کو اپنی ہی تحریفوں سے روند ڈالا۔ اب جو ”کچرا“ اس کاٹ چھانٹ اور مبالغے کے بعد برآمد ہوا تو وہ سوائے جماعت کے تنخواہ دار اراکین کے مظلوم اور دین دار عوام کی سمجھ میں نہ آسکا اور عوام نے جماعت کو ایسی پیٹھ دکھائی کہ آج ۵۰ سال کے عرصہ کے بعد بھی (جماعت نے ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی مخالفت سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا) جماعت اسلامی عوام کا سیہی چہرہ دیکھنے سے قاصر رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت مارشل لاء کی ساجھے دار اور جمہوریت کی نظری مخالفت میں پیش پیش رہے اگر وہ عوام کا صحیح چہرہ دیکھ لے تو شاید عوامی جماعت بن جائے لیکن جس طرح ہر ظلم میں ہیرو اور ولن کا ہونا ضروری ہے

مودودی صاحب نے اپنی تحریروں کو اپنی ہی تحریفوں سے روند ڈالا۔

اسی طرح سیاست میں بھی چند دو ہی جماعتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ اچھے اور برے کی تمیز ہوسکے جماعت اسلامی کی منافقانہ پالیسیوں کی وجہ سے ۱۹۷۰ء میں دبی ہوا جو ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ہوا یعنی لوگوں کا ایمان اسلامی جماعتوں پر سے اٹھ گیا اور طلبہ، مزدور اور کسان پیپلز پارٹی کے رفیق بن گئے، اسی دوران مولانا نورانی نے ملک گیر دورہ کرنے کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک ریلی کا انعقاد کیا، اس ریلی میں بائیں بازو کے تمام عناصر نے شرکت کی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام بھاشانی نے "لینن گراڈ" رکھ دیا۔ پورے ملک کے اخبارات نے اس ریلی کا خوب پروپیگنڈہ کیا، ایسے کٹھن دور میں جماعت اسلامی کو اپنی پچاس سالہ سیاست کو استعمال کرتے ہوئے اس حملے کا توڑ کرنا چاہیئے تھا لیکن جماعت صرف اپنے اراکین تک محدود تھی اور یہی وجہ کہ اس اجتماع کے بعد جماعت اسلامی کے سیاست سے پاؤں ہمیشہ کے لیے اکھڑ گئے، اس اثنا میں جمیعت علماء پاکستان نے اشتراکیت کے خلاف جہاد کرنے کا عزم کیا اور واپس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں "آل پاکستان سنی کانفرنس" کا اعلان کردیا۔۔

۱۳ جون ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دو لاکھ سے زیادہ سنی عوام نے اور تین ہزار سے زائد علماء کرام نے شرکت کی اس کانفرنس نے دائیں بازو کی سیاست کی باگیں جماعت اسلامی سے چھین کر جمیعت علماء پاکستان کے ہاتھ میں دے دیں۔ اسی کانفرنس میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام "دارالاسلام" رکھ گیا ۱۹۷۰ء کے انتخابات ہوئے اور پیپلز پارٹی مغربی پاکستان کی واحد اکثریتی پارٹی بن کر ابھری دائیں بازو کی تنظیموں میں جمیعت علماء پاکستان اول نمبر پر رہا اور ووٹوں کی تعداد کے اعتبار سے پورے پاکستان میں جے یو پی کا دوسرا نمبر تھا

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء تک پیپلز پارٹی نے اشتراکی نعرے کو خوب استعمال کیا لیکن عوام کے مسائل حل نہ ہوسکے اسکی وجہ شاید وہ بائیں بازو کے قائدین تھے جو روایتی طور پر تو جاگیردار تھے لیکن اب ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھ کر عوامی سیاست میں گھس آئے تھے ۱۹۷۷ء کے انتخابات پیپلز پارٹی اور قومی اتحاد کے درمیان تھے انتخابی دھاندلیوں کے باعث پیپلز پارٹی اور بالآخر سوشلزم اور بھٹو صاحب کے خلاف تحریک نظام مصطفےٰ ؐ کا آغاز ہوگیا جس نے بھٹو راج کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردیا۔

سوال یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے خلاف تحریک نظام مصطفےٰ ؐ ہی کیوں چلی؟ جماعت اسلامی کی تحریک اسلامی یا اسلامی نظام کی اصطلاح کیوں استعمال نہیں کی گئی۔ اس کا صرف ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ تحریک نظام مصطفےٰ ؐ کا نعرہ اور اسکی تحریک عوام نے چلائی تھی اور یہ نعرہ عوام کو جے یو پی نے دیا تھا اس بات سے آپ جے یو پی کی مقبولیت کا اندازہ کرسکتے ہیں قومی اتحاد کے تمام قائدین نے سیکولر اور مسلکی اختلافات کے باوجود تحریک نظام مصطفےٰ ؐ ہی کا لفظ استعمال کیا یہ الگ بات ہے کہ بھٹو کو ہٹانے کے بعد جماعت اسلامی اور جمیعت علمائے اسلام نے اس نعرے سے غداری کی اور "تحریک نظام مصطفےٰ ؐ" کے بجائے "تحریک بقائے ضیاء" کو اپنا مشن بنالیا۔

نیازی صاحب! خدارا اپنے پرانے راستہ پر واپس آجائیے ورنہ یہ لوگ آپ کو کہیں کا نہ چھوڑیں گے

ضیاء الحق کے دس سالوں کے دوران نہ جانے کس قسم کے اسلام اور شرعی قوانین کی باتیں ہوتی رہیں جس سے ملک کا بیشتر طبقہ بیزار ہوگیا نظام مصطفےٰ ؐ کے بارے میں سوائے جے یو پی کے کسی نے نہ سوچا ۱۹۸۸ء کے دوران یہ سوال توجہ طلب ہے پیپلز پارٹی نے اشتراکیت کا نعرہ کیوں نہیں لگایا ضیاء الحق اور جماعت اسلامی نے اسلام — کو جتنا بدنام کر دیا تھا اس کا نتیجہ انتخابات سے ظاہر ہے دائیں بازو کی جماعتوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی سوشلزم کے مسئلے پر خاموش ہوچکی ہے میری نظر میں اس کا صرف ایک جواب ہے اور وہ ہے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ؐ کا خوف اس تحریک نے سوشلزم کی جڑیں ہمارے ملک سے ہمیشہ کے لیے ختم کردی ہیں اب بائیں بازو کے افراد خود پیپلز پارٹی کی پالیسیوں سے خوش نہیں ہیں کہ ان میں اشتراکیت کا خمیر نہیں رہا۔

اس وقت پاکستان میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں نظریاتی اعتبار سے ایک ہی جگہ کھڑے ہیں اور وہ ہے اقتدار کی منزل۔ آج پیپلز پارٹی اقتدار میں ہے کل ہوسکتا ہے مسلم لیگ کو اقتدار مل جائے لیکن نظریاتی طور پر یہ دونوں جماعتیں کھوکھلی ہیں، اگر پورے پاکستان میں اس وقت کوئی جماعت نظریاتی اعتبار سے سب سے منظم اور طاقت ور ہے تو وہ ہے جمیعت علماء پاکستان۔ جمہوریت پسند، انصاف پسند اور اصول پسند جے یو پی ہی اس ملک کے عوام کو فلاح و اخلاص کا راستہ دکھاسکتی ہے وہ سارے لوگ جو اس سے الگ ہوگئے ہیں آمریت پسندوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ان کی ماں یعنی جمیعت علماء پاکستان اپنے بیٹوں کی جدائی میں غمگین ہے ہماری یہ آرزو ہے کہ جمیعت علمائے پاکستان کے ۱۹۷۰ء سے اب تک کے تمام اراکین ایک جگہ جمع ہوں اور "آل پاکستان سنی کانفرنس" کے ذریعے اپنے تمام اندرونی اختلافات بھلا کر نظام مصطفےٰ ؐ کے نفاذ کی کوششیں تیز سے تیز تر کردیں کیونکہ ہماری مخالف "نظریاتی نہیں، صرف "سیاسی" جماعتیں ہیں

ہمارے محترم قائد مولانا عبدالستار نیازی کا جھکاؤ آئی جے آئی کی طرف ہے جبکہ نورانی میاں پیپلز پارٹی کی حکومت کو پانچ سال کی مہلت دے رہے ہیں توجہ طلب یہ بات ہے کہ کیا نورانی میاں اور ان کے ساتھی پیپلز پارٹی سے کسی قسم کا معاہدہ کرچکے ہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو بات سامنے آجاتی جبکہ مولانا نورانی آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کو "کھوٹے سکے کے دو رخ" کہہ چکے ہیں، اپنی حالیہ پریس کانفرنس میں نورانی میاں نے بے نظیر سے ملاقات کی تفصیلات بتائی ہیں اور جنکی پیپلز پارٹی کے کسی بھی حلقے نے تردید نہیں کی۔ اس ملاقات میں بے نظیر بھٹو کے سامنے ان کی حکومت کو "کمزور ترین حکومت" اور انکی ذات کو "قوت ارادی" سے عاری کہا گیا میرے نزدیک یہ صرف نورانی میاں ہی کہہ سکتے تھے اس کے برعکس عوام نے تحریک عدم اعتماد کی ناکامی کے بعد سندھ سے درآمد شدہ قائد حزب اختلاف جناب غلام مصطفےٰ جتوئی کا خطاب بھی سنا ہوگا، جتوئی صاحب بے نظیر کے سامنے کوئی ٹھوس بات کرنے

سے ملاقات کرتے رہے ہیں اور اس سے ان کی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف شاہ احمد نورانی صاحب سے تعلق و قربت بھی پرانی ہے سے گئے تھے اور ان کے مرحومین کی لاش [illegible] کرکے واپس بھی سیدھے نورانی کو دے دیا گیا ہے اور جنرل انصاری کو عدالت میں بھیجا گیا شیر افگن کے بیان کے بعد پر شدید احتجاج کیا گیا۔

مولانا عبدالستار نیازی کی طرح مولانا شاہ احمد نورانی بھی بھٹو دور حکومت کے عتاب کا شکار رہے ہیں۔ کراچی جیل اور قاتلانہ حملوں سے کون واقف نہیں۔ نیازی صاحب پر نوازشات کی حیثیت سے ملتے جاتے رہے ہیں جبکہ نورانی میاں اپوزیشن کے صف اول کے رہنماؤں میں سے تھے۔ دراصل بات یہ ہے فرق کی ہوتی ہے جمہوریت اور ملکی مفادات کی خاطر وقت کی اہم ضرورت ہے کہ پچھلی باتوں کو بھلا کر ہر جماعت کے اچھے کام کی تعریف کی جائے اور برے کام پر تنقید ہو۔ ایک معتبر سیاستدان کا [illegible] نورانی میاں [illegible] یہ اس بات کا اعلان کرتے ہوئے [illegible] ہیں کہ جب پیپلز پارٹی کے غنڈوں ان کی [illegible] پر ہاتھ ڈالا تھا ایسا شخص جس کی اتنی بے حرمتی کی ہو وہ جب جمہوریت اور پاکستان کی بقاء کی خاطر اس حکومت کو پانچ سال کا عرصہ دے رہا ہے تو نیازی صاحب اور نواز صاحب کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

نظام مصطفیٰ پارٹی ان افراد پر مشتمل ہے جنہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ سے فائدہ اٹھا کر جنرل ضیاء الحق سے مفادات حاصل کئے تھے۔ جب جمعیت علماء پاکستان نے چھ مہینے کے بعد ضیاء حکومت میں شمولیت سے انکار کر دیا تھا تو جے یو پی کے کراچی اور حیدرآباد کے بیشتر قائدین کو اس کا بڑا قلق تھا چونکہ جنرل ضیاء الحق اور پیر صاحب پگارا سے ان لوگوں کے ذاتی مراسم تھے [illegible] اور تحریک نظام مصطفیٰ کی شعبدہ سے غلط کرتے ہوئے ان احباب نے پہلے مجلس شوریٰ (جو کہ ایک غیر جمہوری غیر آئینی اور غیر منتخب ادارہ تھا) میں شمولیت اختیار کی اور پھر مجلس کا پاکستان کونسل کی بنیاد ڈالی جنرل ضیاء الحق کو کونسل میں مدعو کیا گیا۔ ان مرکزی [illegible] میں ظہور الحسن بھوپالی، حاجی حنیف طیب، حافظ محمد تقی، مولانا [illegible] علی [illegible] اور [illegible] شامل تھے جناب حیات [illegible] حیدرآباد

سے احمد یوسف نے بھی انہی حضرات کی پیروی کی۔ جمعیت علماء پاکستان کو ہر ممکن طریقے سے کمزور چھوڑ کر یہ تمام سیاست دان ضیاء الحق کے ہاتھ مضبوط کرنے پہنچ گئے لیکن اس پورے دور میں کوئی بھی عوامی کام نہ ہوا۔ بھوپالی اور حافظ تقی کراچی اور حیدرآباد کے عوام کے حقوق کی بات تو کرتے رہے لیکن نہ تو کوٹہ سسٹم ختم ہوا اور نہ ہی لوگوں کو روزگار ملا۔ بھوپالی کے قتل کے بعد (ایسے لوگوں کا انجام برا ہی ہوتا ہے) بھی حنیف طیب اور حافظ تقی نے ضیاء الحق سے سازباز جاری رکھی اور ہر بلدیاتی انتخاب میں جمعیت علماء پاکستان کے مقابلے میں اپنا امیدوار کھڑا کر دیا جس کے نتیجہ میں فتح جماعت اسلامی کی ہوتی اس سے ہم صرف یہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ جے یو پی کو ختم کرنے کے لئے ضیاء الحق اور جماعت اسلامی کا آلہ کار بنا گیا اور حنیف طیب اور حافظ تقی جیسے مزید افراد بنائے گئے تاکہ عوام اہلسنت کو مزید تقسیم کیا جا سکے۔

۱۹۸۵ء کے انتخابات کا جمعیت علماء پاکستان نے مکمل بائیکاٹ کیا اسکی وجہ ان انتخابات کا غیر آئینی اور غیر جماعتی ہونا تھا۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے بھی اس وقت جو جمعیت کے نائب صدر تھے اخبار جنگ میں بیان دیا کہ جمعیت نہ تو کسی امیدواروں کی حمایت کرے گی اور نہ ہی مخالفت۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جمعیت کا انتخابات سے کوئی تعلق نہیں، عوام جسے چاہیں ووٹ دیں ان انتخابات کے نتائج سب کے سامنے ہیں جماعت اسلامی کے مقابلے میں عوام نے جے یو پی کے باغیوں ہی کو ووٹ دیئے اور اس طرح حنیف طیب اور ان کا گروپ قومی اور صوبائی اسمبلی تک پہنچ گیا۔

نظام مصطفیٰ گروپ کے تحت یہ تمام افراد تقریباً تین سال تک اقتدار پر براجمان رہے، حنیف طیب مرکزی وزیر بنے اور حافظ تقی کو صوبائی وزارت ملی، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ یہ افراد جنرل ضیاء کے گرد جماعت اسلامی اور اہل دیوبند کا حصار توڑنے میں ناکام رہے، حنیف طیب ایک اچھے باغی اور منافق تو بن گئے لیکن عوام اہلسنت کے لئے وہ ایک بھیانک خواب ثابت ہوئے کراچی اور حیدرآباد جہاں سے یہ تمام افراد منتخب ہوئے تھے تین سال تک اسی آگ میں جلتا رہا جس آگ نے ۸ سال تک جلایا ہوا تھا، ان افراد کی مجلس شوریٰ میں شمولیت اور پھر اسمبلی تک رسائی سوائے ان کے اپنے اور ان کے حواریوں کے کسی اور کے کام نہ آئی۔

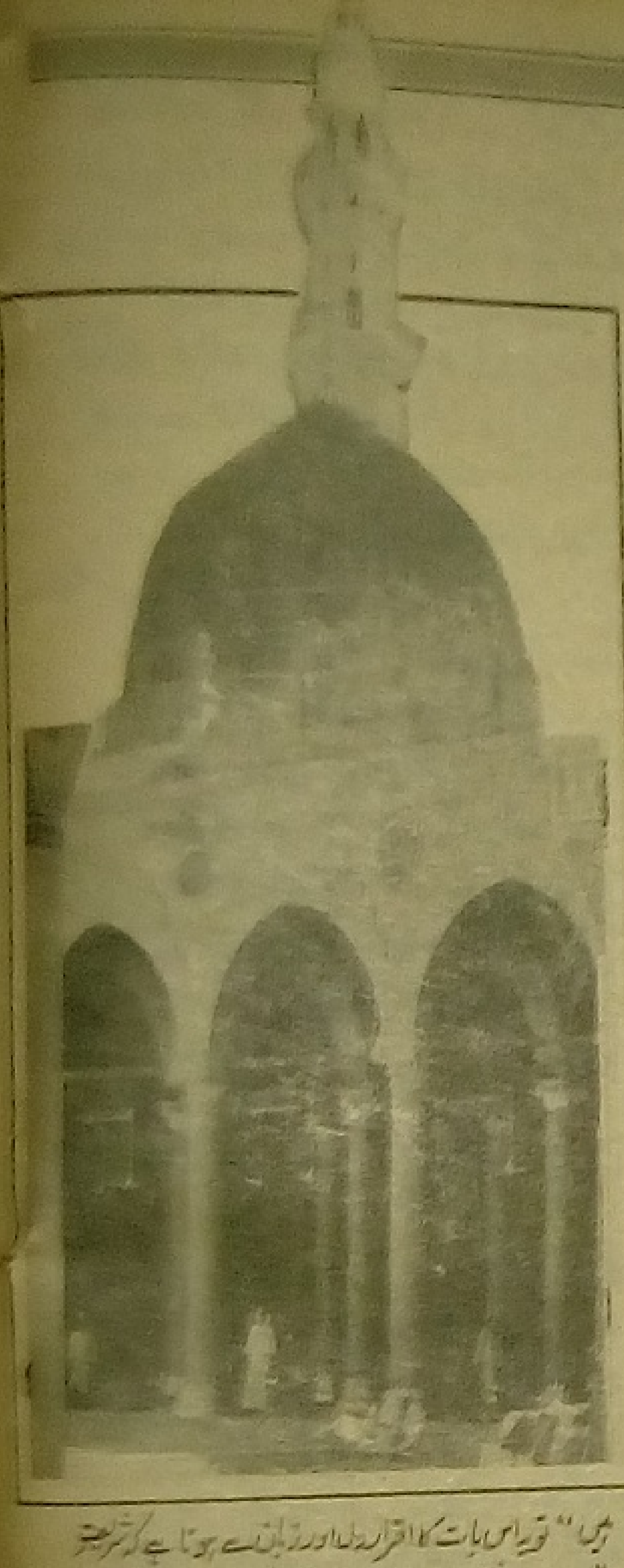
اسی گروہ کی وجہ سے عوام سنی قائدین سے بد دل ہو گئے جب تین سال تک اقتدار میں رہنے کے باوجود ان افراد نے اہلسنت یا مہاجر عوام کے لئے کوئی کام نہ کیا تو پھر ظاہر ہے کہ عوام نے اگلے انتخابات میں مذہبی جماعتوں سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے ایم کیو ایم کا ساتھ دیا۔

آج ایک بار پھر یہی عنصر مولانا عبدالستار خان نیازی کو گھیر رہا ہے ان افراد کو جمعیت سے نکالنے میں نیازی صاحب پیش پیش تھے اور ان کے خطوط موجود ہیں جن میں انہوں نے ان افراد کو مفاد پرست اور اہلسنت کا غدار کہا ہے۔ نیازی صاحب ہی نے مرحوم ظہور الحسن بھوپالی کو غدار کہا تھا، جس کے بعد بھوپالی نے نیازی صاحب کو "بوڑھا شیر" کا لقب دیا تھا۔

آج مولانا نیازی انہی افراد کے جنگل میں پھنس رہے ہیں جنہیں صرف اپنا اور جماعت اسلامی کا مفاد عزیز ہے۔ ہمیں مولانا کے "تکبیر" میں شائع شدہ انٹرویو پر نہ صرف افسوس ہوا ہے بلکہ اس بات کا مزید ثبوت مل گیا ہے کہ نیازی نورانی تنازعہ میں سب سے اہم کردار جماعت اسلامی کا ہے جس نے ایک طرف نیازی صاحب کو نورانی میاں سے بھڑا دیا ہے اور دوسری طرف اپنے "غیر سیاسی حلیف" یعنی نظام مصطفیٰ پارٹی کے ذریعے اب جے یو پی کو مستقل طور پر توڑنے کے درپے ہے۔

عوام اہلسنت کو ان سیاسی شعبدہ بازوں سے دور رہنا چاہئے جن لوگوں نے تحریک نظام مصطفیٰ، شاہ احمد نورانی اور عبدالستار نیازی سے دغا کی ان سے کیا امید کی جا سکتی ہے نیازی صاحب کا ان افراد پر کنٹرول نہ ہونے کے برابر ہوگا، ان افراد کا مقصد جے یو پی کے خلاف ایک متبادل تنظیم بنانا ہے تاکہ سیٹوں اور ووٹوں کے بارے میں جمعیت علماء پاکستان اور دیگر جماعتوں سے "سودے بازی" کی جا سکے نیازی صاحب خدارا اپنے پرانے راستے اور اپنی پرانی جماعت میں واپس آ جائیے ورنہ یہ لوگ آپ کو استعمال کرنے کے بعد کہیں کا نہ چھوڑیں گے جو افراد دس سال تک عوام اہلسنت کے ساتھ جفا کرتے رہے وہ آپ کے ساتھ کیا وفا کریں گے۔

"ہم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے"



اشہد ان محمد الرسول اللہ

ایک عظیم شہادت اور اقرار

ہم روزانہ دس مرتبہ اذانوں میں یہ گواہی دیتے ہیں جو ہمارے آج کے موضوع کا عنوان ہے اور دن میں لاتعداد مرتبہ ہم اس مقدس گواہی کو دہراتے ہیں، بلکہ پڑھتے اور رٹتے ہیں ہم لوگ اس گواہی کے معنی بھی سمجھتے ہیں، ہر مسلمان گھرانے میں مائیں اپنے کم عمر بچوں کو "اول کلمہ طیب" اور "دوم کلمہ شہادت" بھی یاد کراتی ہیں اور ان کی توتلی زبان سے یہ کلمات سن کر نہال بھی ہوتی رہتی ہیں کہ ان کے لال کی زبان کھلنے لگی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ دو کلمے سکھا دینے کے بعد ماؤں کی غالب اکثریت یہ سمجھ لیتی ہے کہ گویا یہ دو کلمے سکھا دینے کے بعد انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی تمام شرعی ذمہ داریاں پوری کر دیں سارے فرائض ادا کر دیئے۔

پاکستان کے مہمان دوست ممالک میں اپنا بھرم کھوتے جا رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا سہارا لے کر ہم اپنے جھوٹ، اپنے دجل، اپنی فریب کاری، اپنی منافقت کو "سچ" باور کرانے کے لئے کلمہ پڑھ پڑھ کر قسمیں کھاتے ہیں، حلف اٹھاتے ہیں، سودے کرتے ہیں، لین دین کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر جھوٹ بولیں تو مرتے دم کلمہ نصیب نہ ہو۔

ہماری بھاری اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ علی الصبح بستر چھوڑتے وقت کلمہ طیب یا کلمہ شہادت پڑھ لینے کو ہی کافی سمجھتے ہیں گویا دن بھی خیریت سے گزر جائے گا اور نجات بھی ہو جائے گی۔

اگر اس کلمے کا مقصد صرف اتنا سا ہی ہوتا تو تنہا اللہ تعالیٰ کا نام لے لینا کافی ہو سکتا تھا، ذات باری ستار ہے، غفار ہے، رحیم ہے، رحمٰن ہے، رؤف ہے، پھر آخر ایسا کیا ضروری تھا کہ اشھدان لا الٰہ الا اللہ جیسی عظیم شہادت اور اقرار کے بعد مزید ایک کلمہ کے سہارے کی ضرورت تکمیل ایمان کیلئے لازمی اور لابدی قرار دے دی جاتی؟ پھر اس تصدیق کیلئے دل اور زبان کی ہم آہنگی و ہم رنگی کیوں ضروری بنا دی گئی؟ سوچنے کی بات ہے کہ تکمیل ایمان کے لیے رسالت کی گواہی کو کیوں مشروط رکھا گیا ہے؟

دنیا میں جتنی شریعتیں نازل ہوئیں اور اللہ کے جتنے رسول اور نبی تشریف لائے ان سب کا مقصد واحد تھا کہ اللہ کی زمین پر شیطنیت اور ابلیسیت سے پاک ایک ایسا مثالی معاشرہ پیدا کیا جائے کہ زمین پر خلافت الٰہی کے قیام کے لئے سعی کرنے والے افراد کی اکثریت ہو جائے، اسلام کی تو تعلیمات ہی اور ہے لیکن دنیا میں جتنے مذاہب ہیں انہوں نے جھوٹ، خیانت، ارتکاز، ملاوٹ، کم تول، غلط وعدے، نفاق، چوری، بدکاری، منشیات کے استعمال، فتنہ انگیزی کو برائی ہی قرار دیا ہے اور ان مذاہب کے رہنماؤں نے لوگوں کو ان آفات اور عذابوں سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک "دین" تو اسلام ہی ہے اور اسلام وہ دین ہے جس کی تکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرما دی گئی اب نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دین آئے گا اور نہ کوئی شریعت آئے گی اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" تو اس بات کا اقرار دل اور زبان سے ہوتا ہے کہ شریعت الٰہی جو جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی اور جسے برت کر حضور اکرمؐ نے ساری دنیا کو دکھا دیا میں اس کے مطابق زندگی بسر کروں گا کیونکہ حکم الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔

دین کیا ہے؟ — اسلام! اور اسلام کیا ہے؟ ایک مکمل ضابطہ حیات! — اور ایسا مکمل ضابطہ حیات جس میں ترمیم اور تنسیخ ممکن نہیں جسے انسانی خواہشوں، مصلحتوں اور ضرورتوں کا تابع نہیں کیا جا سکتا، جس وقت اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ نظام جو اسوۂ محمدی ہونے سے معزز و مشرف ہے اور یہی وہ نظام مصطفیٰ ہے جو دنیا میں ایک پرامن، آسودہ اور بے خوف معاشرہ پیدا کرنے کا ضامن ہے۔

اس کے معنے یہ ہوئے کہ جس ذات اقدس نے یہ نظام قائم کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا اور اس ذات اقدس

کو دیکھنے والے پیروکاروں نے بلا استثنا اس کو برت کر برس ہا برس تک ہمیں دکھا دیا، تو جب ہم اسی ذاتِ اقدس ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں تو اس گواہی سے مراد یہ ہے کہ ہم رسالت ﷺ پناہی کی غیر مشروط وفاداری کا حلف لے رہے ہیں یا تجدید عہد کر رہے ہیں۔

یہ تجدیدِ عہد کس بات کی ہے؟ یہ حلف کس کام کے لئے اٹھایا جا رہا ہے؟ —— رسالت کی یہ گواہی کس واسطے دی جا رہی ہے؟ —— یہی نا کہ ہم اسوۂ پاک کے مطابق جئیں گے اور مریں گے، ہم اس نظام کی حفاظت کریں گے، ہم اس نظام کی کوکھ سے پیدا ہونے والے معاشرے کے لئے پورے ماحول کو سازگار بنائیں گے ہم اسی نظام کے متعین کردہ اصولوں کے تحت اپنا رہن سہن رکھیں گے، ہم معاشرت اور ثقافت کو اسی کے سانچے میں ڈھالیں گے ہمارے معمولات اور ہماری روایات اسی کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھیں گے ہمارا سارا کاروبار، ہمارا سارا لین دین، اسی کے عین مطابق ہوگا۔

یہ گواہی، یہ تجدیدِ عہد یہ حلف ہم میں سے ہر شخص انفرادی طور پر قبول کر رہا ہے کیا اس کی زبان اسکے قلب کی ہمنوا نہیں ہے؟ کیا اس کے ارادے اس کے اقوال ہم آہنگ نہیں ہیں؟ کیا اسکی خواہشیں اس کے عزائم اس نظام کے مطیع و فرمانبردار نہیں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو پھر اس فرد کو اپنے نفاق باطنی کا احتساب کرنا چاہیئے، اسے سوچنا چاہیئے کہ جس ذاتِ اقدس ﷺ کی گواہی دے کر —— اس کی اطاعت کا پابند ہو رہا ہے، اس کے احکام کو نظر انداز کر دینے کے بعد وہ حصارِ اسلام میں رہا بھی یا نہیں؟ —— وہ مسلمان رہا بھی یا نہیں؟ —— وہ ایسی گندی مچھلی تو نہیں بن چکا ہے جو سارے تالاب کو گندا کر رہی ہے؟

اسلامی معاشرہ دنیا کے تمام معاشروں سے منفرد اور ممتاز معاشرے کا نام ہے، یہ معاشرہ اگر ایک زنجیر ہے تو ہر مسلمان کی حیثیت اس زنجیر کی ایک کڑی ایسی ہے کڑیوں کے آپس میں گتھے اور پروئے ہوئے مجموعے کا نام زنجیر ہوتا ہے وہ کڑی جو اس زنجیر سے جدا ہو جانے کی کوشش کر رہی ہے وہ دراصل پوری زنجیر کی ہئیتِ اجتماعی کو خراب کرنے کے درپے ہے اور وہ کڑی زنجیر سے نکل کر زنجیر نہیں کہلا سکتی زنجیر نہیں بن سکتی،

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اپنی زبان سے پڑھنے اور روزانہ دس مرتبہ اذانوں کے ذریعے سننے والے افراد اپنے دلوں کو ٹٹولیں، اپنے ضمیروں کو کھنگالیں اپنے عزائم اپنے افکار، اپنے اطوار، اپنے احوال اور اپنے کردار کی پڑتال کریں کہ غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں ملتِ مسلمہ کیوں پٹ رہی ہے، ہر میدانِ حیات میں غیروں کے ہاتھوں کیوں ہزیمت اٹھا رہی ہے، اقوامِ عالم میں سرفراز قوم آج پستی اور نکبت اور پسماندگی کی دلدل میں کیوں دھنستی چلی جا رہی ہے؟

پاکستان کے مسلمان غیر اقوام اور غیر ممالک تو کجا خود اپنی ہی قوم کے اپنے دوست ممالک میں اپنا بھرم کیوں کھوتے چلے جا رہے ہیں ان کا اعتبار کیوں اٹھتا چلا جا رہا ہے؟ ان کے کاروبار اور انکے معاہدوں کا بھروسہ کیوں ختم ہو رہا ہے۔؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ادیان کا مقصد معاشرے کا قیام رہا ہے، داعیٔ اسلام ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان یہی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں تمام خرابیوں سے پاک ایک معاشرہ مرحمت فرمایا، اس معاشرے میں سانس لینے والے افراد کی زبان پر بھروسہ کیا جاتا تھا، ان سے کذب بیانی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ان کی صلح و آشتی جوئی کی مثالیں دی جاتی تھیں انکی صداقت و امانت کو سکۂ رائج الوقت سمجھا جاتا تھا، یہ بات صدیوں پہلے کی نہیں آج سے ۵۰ - ۴۰ سال پہلے تک جھوٹ بولنے یا کوئی بد معاملگی کرنیوالے مسلمان کو ہندو بڑے تعجب سے کہتے تھے کہ میاں (مسلمان) ہو کر جھوٹ بول رہے ہو یا میاں جی ہو کر بد معاملگی کرتے ہو؟

ایک ہندی کہاوت ہے جیسا راجہ ویسی پرجا یعنی جیسا حاکم ویسی رعایا۔ لیکن اس ضمن میں اسلامی نقطۂ نظر ہندی کہاوت کے برعکس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم جیسے ہو گے اسی قسم کے حاکم تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے

کیا ہم بارگاہِ ربّ العزت کے موردِ احتساب میں ہیں؟

کیا ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں ماخوذ ہو چکے ہیں؟

کیا اپنے ماحول میں اونچ نیچ پیدا کرنے، غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنا دینے لسانی، نسلی، علاقائی عصبیتیں جنم دینے، خدا دشمن نظریات کی آبیاری کرنے، قول و عمل کے نفاق میں ڈوبی ہوئی زندگی بسر کرنے، دینِ مصطفوی ﷺ میں پیوندکاری کرنے کے ہمارے جرائم کا احتساب شروع ہو چکا ہے؟

کیا ہم سوادِ اعظم سے کٹ گئے ہیں؟

اشهد ان محمدًا رسول الله

کیا ہم یہ جھوٹ موٹ کہہ رہے ہیں؟

ان سوالات کا جواب اگر "ہاں" میں ہے تو پھر ہمیں ایک نہ ختم ہونے والے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیئے اگر ہمارے فکر و عمل کا انداز تبدیل نہ ہوا تو ناممکن ہے کہ ہم اپنے پاکستان کی اور اسلام کی حفاظت کر سکیں اور خدا توفیق دے توبہ کرنے کی، تو بھائیو! توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے ہم آج حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط وفاداری کا اقرار اپنے قول و عمل سے کر کے ان تمام رحمتوں، برکتوں، فضیلتوں اور بلندیوں کے حق دار قرار پا سکتے ہیں جو سچی گواہی دینے والے افراد کے لئے مختص کر دی گئی ہے

وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

بخاری شریف یا نواز شریف

گزشتہ دنوں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی جس میں مہمان خصوصی جناب مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے بخاری شریف کی حدیث کا درس دیا۔ تقریب میں میاں شہباز شریف بھی شریک ہوئے مفتی صاحب نے میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کی قومی خدمات کی تعریف کی اور کہا کہ ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے حکومت میں شامل ہونے کے بعد پندرہ کارخانے لگائے ہیں۔ یہ کارخانے انہوں نے اپنی محنت سے لگائے ہیں جبکہ مولانا صاحب اپنے افریقہ کے ایک تبلیغی دورہ میں ایک فیکٹری جتنی دولت کما لاتے ہیں۔ جب مفتی صاحب تقریر فرما رہے تھے تو کچھ طلباء نے اعتراض کیا کہ کیا یہ آپ بخاری شریف کی شرح فرما رہے ہیں یا نواز شریف کا درس دے رہے ہیں تو ان طلباء کو وارننگ دی گئی کہ آپ کو مدرسے سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ نے تعریفی کلمات ادا کئے اور مفتی محمد حسین نعیمی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے "شریف خاندان" کی دینی خدمات اور دینی اداروں سے تعاون پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ مفتی صاحب نے میاں شہباز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو اپنی غیر مشروط حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم آپ کے حکم کے مطابق مولانا عبدالستار خان نیازی کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے۔

خداوندا! یہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں

حال احوال

سرار احمد قادری

سیاسی جماعتوں میں اختلافات کا ظاہر ہونا نئی بات نہیں لیکن حلقہ ۹۹ کے ضمنی انتخابات کے نتیجے میں جمعیت علماء پاکستان میں جس طرح اعلیٰ سطحی قیادت کے اختلافات رونما ہوئے ہیں وہ چونکا دینے والے ہیں۔ ان بنیادی اختلافات کا پس منظر اور حقائق کیا ہیں اس سے تو سیاسی حلقے بخوبی باخبر ہیں۔ لیکن سیدھے سادے عوام حیران و پریشان ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ جمعیت سے وابستہ لاکھوں افراد اس صورتحال میں پریشان ہی نہیں بلکہ افسردہ اور غمگین بھی ہیں۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے سیکریٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے حلقہ ۹۹ کے ضمنی انتخابات میں جمعیت کے اپنے نامزد کردہ امیدوار مولانا عبدالغفور ہالوری کو ایک سمجھوتہ کے تحت آئی جے آئی کے امیدوار کے حق میں دستبردار ہونے کا فیصلہ صادر کیا۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسا سمجھوتہ کرنے کا انہیں آئینی دستوری حق حاصل تھا؟ صاف ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے۔ چونکہ انہوں نے اپنے مخصوص اختیارات کا حد سے بڑھ کر استعمال کیا اس لئے بجا طور پر جمعیت علماء پاکستان کے پالیسی ساز اداروں نے ان کے اس طرز عمل کی توثیق سے انکار کر دیا ہے۔

آئیے! ان سطور میں اس بات کا جائزہ لیں کہ مولانا نیازی اس طرح کے قطعی اور حتمی فیصلے تک کس طرح پہنچے، اور جمعیت کو ان حالات کا کیوں سامنا کرنا پڑا؟

یہاں میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ مولانا عبدالستار خان نیازی ہمارے لئے ایک محترم شخصیت ہیں۔ اور ان کے سابقہ قابل فخر کارناموں اور ان کے علمی مقام کی وجہ سے؛ ان سے اصولوں کی بنیاد پر اختلافات کے باوجود ان کے تازہ ترین نظریات اور ذہنی سوچ کے بارے میں تبصرہ ان کے مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھکر ہی کریں گے۔

سیاسی حلقے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے اپنا سیاسی سفر دور طالب علمی میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی سطح سے شروع کیا۔ وہ تحریک پاکستان کے پرجوش نوجوان رہنماؤں میں سے تھے۔ وہ اقبال کے شیدائیوں میں سے ہیں۔ علامہ کی صحبتوں میں بیٹھتے رہے ہیں اس لئے فکر اقبال سے بہت متاثر ہیں ان کی تقاریر میں اقبال کے کلام کے حوالے اکثر سننے کو ملتے ہیں۔ وہ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کے بھی مداح ہیں لیکن سچ بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کے یوتھ ونگ یعنی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سرکردہ لیڈر ہونے کے باوجود مسلم لیگ کے چوٹی کے لیڈروں سے ان کی کبھی نبھ نہ سکی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ اس کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ بات وہ خود کہا کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر انتخابات لڑنے کی درخواست دی تو ان کی سب سے زیادہ مخالفت مسلم لیگی حلقوں ہی سے کی گئی۔ اس کی وجہ ان کے مزاج کی سختی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ شروع سے ہی اپنی بات منوانے کے عادی تھے۔ شاید ان کی اس روش کو لیگی حلقے میں ناپسند کیا جاتا ہو، بہرحال قائداعظم علیہ الرحمۃ کی زندگی میں تو انہیں برداشت کیا جاتا رہا۔ لیکن جونہی زمام اقتدار مرحوم لیاقت علی خان کے ہاتھ میں آئی ان کے اور لیگ کے درمیان ایک واضح حد فاصل قائم ہو گئی۔ نظریات کے بُعد نے اتنے فاصلے پیدا کر دیئے کہ پرعزم نوجوان مولانا عبدالستار خان نیازی کے لئے مسلم لیگ میں رہنا اور اس میں رہ کر اپنے خیالات کو بروئے کار لانا ناممکن نظر آیا اس لئے انہوں نے حسین شہید سہروردی کے ساتھ مل کر ایک نئی سیاسی پارٹی "پاکستان عوامی مسلم لیگ" کی داغ بیل



مولانا نیازی اپنے مزاج کی سختی کے سبب کسی بھی پارٹی کے اندر اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہ کر سکتے تھے۔

ڈالی جس کے سربراہ حسین شہید سہروردی اور سیکریٹری جنرل مولانا نیازی تھے جس طرح پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا نیازی اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے کسی بھی پارٹی کے اندر اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے سہروردی کا بھی ساتھ چھوڑا اور اپنی آزادانہ روش اختیار کی۔ اور خلافت اسلامیہ علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے اپنی تحریک کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ ایک طرف وہ پورے ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کا عزم لئے ہوئے تھے اور دوسری طرف اپنے آبائی ضلع میانوالی میں بھی علاقائی سطح کے جابرد آمر نوابوں کے خلاف محاذ آرائی جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان کے کردار اور قیام پاکستان کے حوالے سے ان کی پرجوش خدمات کے حوالے سے سیاسی حلقوں میں ان کی دیانت، شرافت اور بے لوثی کے چرچے تو تھے لیکن کسی ملک گیر سیاسی جماعت سے منسلک نہ ہونے کی وجہ سے وہ ملکی سطح میں کوئی انقلاب آفریں کردار ادا نہ کر سکتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت میں ان کا کردار مثالی رہا۔ اور دار و رسن تک نوبت جا پہنچی وہ پرعزم اور نڈر رہے۔ لیکن کسی سیاسی پلیٹ فارم کے میسر نہ ہونے

گیا دوست محمد سکندر کے قائد بن گئے تھے۔ تمام اہم رہنما
کر لیا تھا اور اسمبلی میں جمعیت کا قائد منتخب کیا گیا ہے۔ وہ
اور جمعیت علماء کے قائد کے منصب پر پہنچے تو جوش اور جذبے کی
وجہ سے [illegible] میں کمال رکھتے ہوئے تھے۔ ہو سکے
میاں طفیل کے ساتھ کام کرنے کے جذبات [illegible]
ایوب خان کے دور میں حزب پاکستان کے اندر رہتے ہے [illegible] علماء
سے [illegible] پر [illegible] ہوئے [illegible] لیکن انہوں
نے [illegible] حضرت [illegible] حوالے [illegible]
کیا۔ ایوب خان کا دور ختم ہوا تو جنرل یحییٰ خان [illegible]
نے کر لیا اور [illegible] عام انتخابات کا اعلان [illegible] سیاسی
جماعتوں نے [illegible] انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں
شروع کر دیں۔ ان عام انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتوں
میں ایک نئی ابھرنے والی سیاسی جماعت جمعیت علمائے پاکستان
بھی تھی۔

یوں تو جمعیت علمائے پاکستان قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء
کو ہی قائم ہو گئی تھی لیکن اس کا کردار ایک غیر سیاسی
اور خالص مذہبی جماعت کا ہوتا تھا۔ پاکستان میں
بسنے والے اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے علماء
کرام، مشائخ عظام اور عوام کی ایک نمائندہ جماعت ہے جس
کا قیام پاکستان کے ایک ممتاز مذہبی تعلیمی ادارے
انوار العلوم ملتان میں عمل میں آیا۔ اس کے پہلے سربراہ
اپنے وقت کے ایک جید عالم دین مولانا سید ابوالحسنات تھے
جن کا تعلق لاہور سے تھا اور ناظم اعلیٰ عبدالحامد بدایونی
کے ہمراہ ممتاز محقق اسلام علامہ سید احمد سعید کاظمی
منتخب ہوئے۔ ادھر جمعیت ۱۹۷۰ء تک غیر سیاسی بنیادوں
پر ملک میں مختلف خدمات سرانجام دیتی رہی تا آنکہ ۱۹۷۰ء
کے عام انتخابات میں حصہ لینے کے بارے میں جمعیت نے
[illegible] ہونے والے ایک کنونشن میں واضح علماء
کرام کی اجازت سے سیاسی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ مولانا نیازی
نے جو اس سے قبل جمعیت سے عملی طور پر وابستہ نہ تھے بلکہ جمعیت
کے سیاسی [illegible] نظریات رکھنے کے باعث مسلم لیگ
میں تھے جمعیت میں اپنی شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اور اس کے
پلیٹ فارم سے سیاسی طور پر متحرک ہو گئے۔ جمعیت اہلسنت
کے اکابرین مولانا نیازی کے لئے اجنبی نہ تھے کیونکہ تحریک
قیام پاکستان میں علماء و مشائخ اہلسنت مسلم لیگ کے لئے
[illegible] تھے جس سے مولانا نیازی کا [illegible]
موجود تھا۔ ادھر تحریک ختم نبوت میں مولانا نیازی
کے ساتھ [illegible] جماعت کے ایک اہم رہنما [illegible]
[illegible]

سے علاوہ تین سال ایک عرصے تک [illegible] بھی [illegible]
کے اشتراک سے [illegible] مسلم لیگ [illegible]
کا [illegible] جمعیت علمائے پاکستان [illegible]
سرکار [illegible] مولانا عبدالستار خان نیازی [illegible]
پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی جدوجہد [illegible] مسلم لیگ [illegible]
[illegible] مسلم لیگ [illegible]
بالآخر وہ جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی [illegible] پہنچے اور اس
میں [illegible] کام کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ پہلے نائب
کے صدر بنے اور ملک کے عام انتخابات کے بعد جمعیت کے
انتخابات میں جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔

> **مولانا عبدالستار نیازی نے حسین شہید سہروردی کے ساتھ مل کر "پاکستان عوامی مسلم لیگ" کی داغ بیل ڈالی۔**

عام انتخابات کے بعد [illegible] جمعیت [illegible] کے
حوالے [illegible] مشرقی پاکستان
[illegible] مسٹر بھٹو [illegible] پاکستان [illegible]
کے سربراہ [illegible] مولانا نورانی جمعیت کے پارلیمانی قائد تھے
بعد میں انہیں جمعیت کی صدارت بھی تفویض کی گئی۔
حال ہی کنونشن جس میں مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر
اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا اس
کے [illegible] ایک [illegible] کوشش [illegible]
انتشار و افتراق سے محفوظ رہا۔ اس کنونشن نے [illegible] قیادت
کا انتخاب کیا بلکہ جمعیت کی پارلیمانی پارٹی کے [illegible]
کی توثیق بھی کی۔ وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور جمعیت
مولانا شاہ احمد نورانی کی بے باکی اور بے خوف پالیسی سے
عاجز آ چکے تھے اور کسی طرح بھی جمعیت کی قیادت مولانا نورانی
کے پاس نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ [illegible] مولانا نورانی
ایک ایسے [illegible] جو نہ جھکنا جانتے ہیں اور نہ بکنا جانتے ہیں
مولانا نورانی اور مسٹر بھٹو کی پہلی ملاقات خوشگوار ماحول میں
نہیں ہوئی تھی۔ [illegible] چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور
صدر ذوالفقار علی بھٹو نے جب جمعیت کے پارلیمانی قائد

مولانا نورانی سے [illegible] مولانا نے [illegible] میں مرعوبیت کا مظاہرہ کیا
[illegible] جمہوریت [illegible] سکتے ہیں [illegible]
کے مطابق اسمبلی روایات کے تحت [illegible] مولانا نورانی نے
دو ٹوک جواب دیا۔
"آپ پہلے مارشل لاء ختم کر دیں ہم [illegible] جمہوریت کے" اس
دو ٹوک جواب کو [illegible] مسٹر بھٹو نے ناراضگی
[illegible] کا اس [illegible] سے [illegible]
گی۔ [illegible] صدر اور [illegible] کی قیادت میں
مولانا نورانی کے مخالف گروپ کی حوصلہ افزائی کی۔ اور
[illegible] کوشش [illegible] پیدا کرنے کے لئے مختلف
حربے استعمال کئے مگر مولانا نورانی کے جمہوری مزاج نے
جمعیت کو انتشار کی کیفیت سے بچا لیا۔ مولانا نورانی نے
کونسل میں شریک اپنے مخالفین اور [illegible] کو بھی کھل کر
اظہار خیال کی آزادی دی۔ اس طرح عام بحث کے نتیجے میں
مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کی اکثریت نے [illegible]
ہونے سے متعلق مولانا نورانی کی پالیسیوں کی حمایت و توثیق
کا اعلان کر دیا بلکہ متفقہ طور پر مولانا نورانی اور مولانا نیازی
کی قیادت کا انتخاب کر لیا۔ اس وقت جمعیت کے یہ دونوں
نامور قائدین مسٹر بھٹو کے غیر جمہوری اقدامات کی برملا
اور پرزور طریقے سے مذمت کرتے تھے۔ اسی طرح جمعیت
سے وابستہ علماء اور مشائخ نے حکومت کے غیر جمہوری
اور غیر اسلامی اقدامات کو چیلنج کرنے والی [illegible]
والی قیادت کا انتخاب کر کے اپنے لئے ایک واضح لائحہ عمل
طے کر لیا تھا۔ گویا یہ بات [illegible] پر تسلیم کر لی گئی کہ
جمعیت اب سرکاری سرپرستی میں چلنے والی [illegible]
کی تنظیم نہیں رہی بلکہ حق کا برملا اظہار کر کے نظام
مصطفیٰ کے قیام کے اپنے اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے مصروف
جہاد رہے گی اور جمہوری عمل میں حصہ لیتے ہوئے جمہوری
جدوجہد کا یہ راستہ ترک نہیں کرے گی۔ انہی مقاصد کو
سامنے رکھتے ہوئے مولانا نورانی اور مولانا نیازی نے علماء
اور مشائخ کے تعاون سے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اور
مسٹر بھٹو کے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود سینہ سپر رہے
اور کسی بھی مرحلے پر بھی پسپائی اختیار نہیں کی۔ پارلیمنٹ
میں وزیر اعظم کے انتخاب کے وقت مولانا شاہ احمد نورانی
نے مسٹر بھٹو کا مقابلہ کیا۔ جبکہ تقریباً تمام ضمنی انتخابات
میں جمعیت نے پیپلز پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ پر اپنا امیدوار
کھڑا کیا۔ اس پاداش کے نتیجے میں مسٹر بھٹو کے اقتدار کے
دور میں جمعیت کی قیادت کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔
قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں۔ قیادت پس دیوار زنداں



روس — اشتراکیت سے فرار

لیتھونیا — خود مختاری لے کر ہی ٹلے گی

نمیبیا — آزادی کا سورج طلوع ہو گیا

سری لنکا — بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھارت — ساجھے کی ہانڈی پھوٹتے پھوٹتے رہ گئی

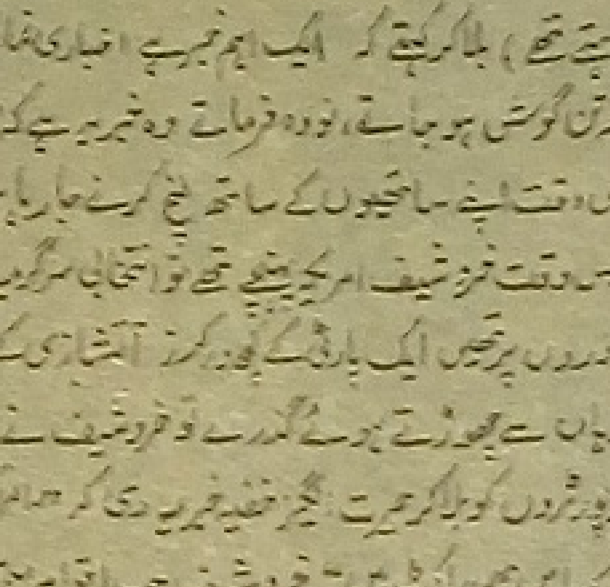
احوالِ جہاں

ڈاکٹر توفیق احمد

یہ ۱۹۵۶ء کا ذکر ہے سوویت یونین کے آنجہانی رہنما نکیتا خروشیف ماسکو میں کمیونسٹ پارٹی کی بیسویں کانگریس سے خطاب کر رہے تھے ان کی یہ تقریر چار گھنٹے جاری رہی اور اشتراکی روس کی تاریخ کا حصہ بن گئی ہے یہ خروشیف کی پالیسی تقریر تھی جس میں اس نے روس کی بنیادی پالیسیوں میں کچھ تبدیلیوں کا اعلان کیا، خروشیف پوری دنیا میں ایک "بڑبولے" اور "منہ پھٹ" کے طور پر مشہور تھے ان کے جملوں سے تاثر ہوتے تھے۔ پنڈت نہرو کے زمانے میں وہ بھارت کے سرکاری دورے پر آئے ان کے ہمراہ روس کے وزیر اعظم بلگانن بھی تھے، چالاک نہرو نے انہیں بمبئی میں بٹھا کر گویا بعد کر دیا تاکہ پرتگال روس کے خوف سے گوا پر جوابی حملہ نہ کرے اور اس طرح نہرو نے آسانی گوا کو ہتھیا لیا پھر خروشیف، بلگانن کے ہمراہ سری نگر پہنچے تو وہاں پہنچ کر ان تراق بازی کی کہ سوویت یونین تو یہاں سے بہت قریب ہے بھارتی یہاں سے کھڑے ہو کر آواز بھی دیں گے تو ہم مدد کے لئے آجائیں گے، مگر خروشیف کو نہیں معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب بھارتی کشمیر میں چلائیں گے بھی مگر پھر بھی کوئی ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔ اور وہ وقت شاید اب آگیا ہے۔

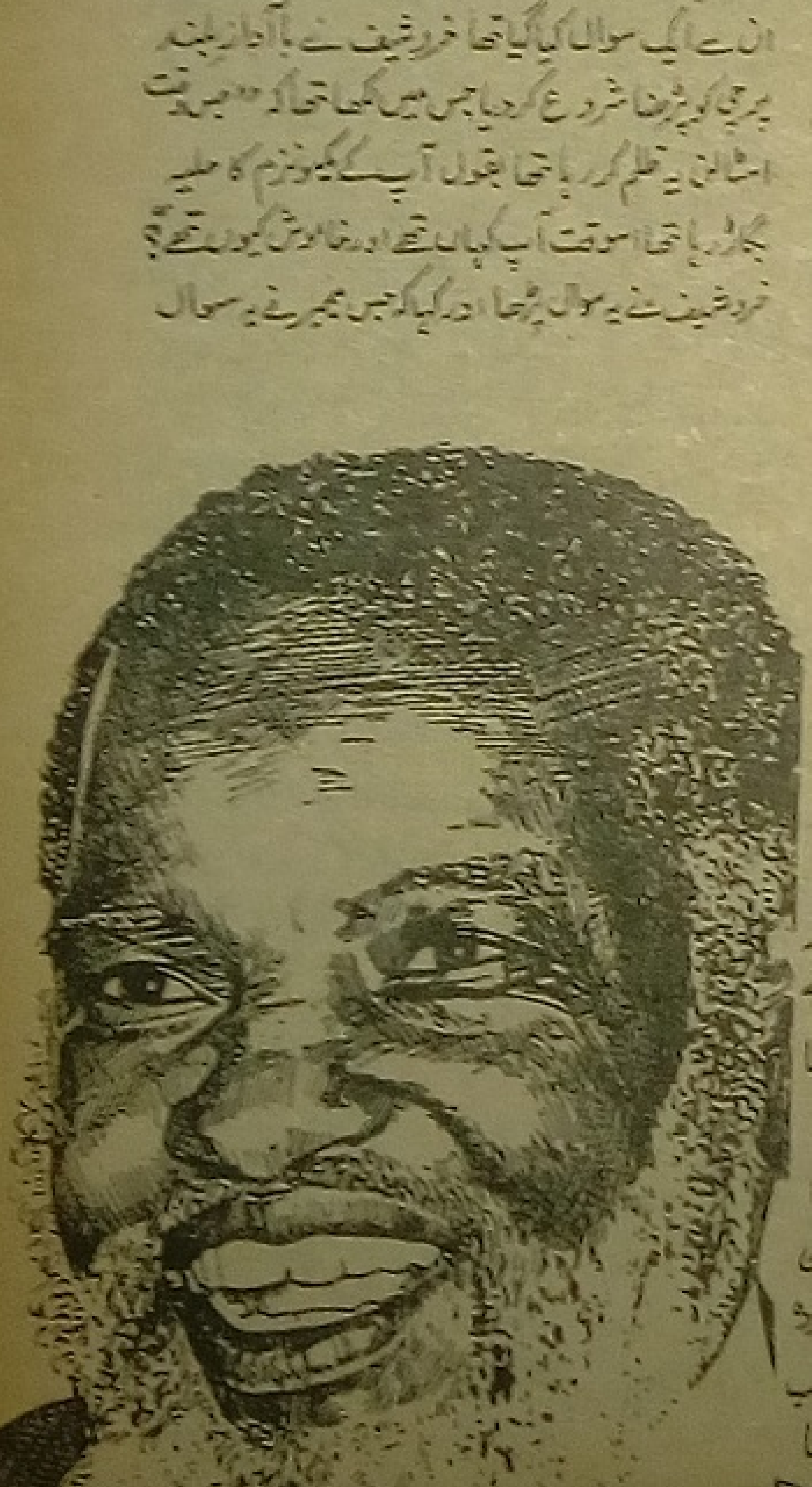
خروشیف اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرنے کے لئے نیویارک پہنچے تو وہاں طرح طرح سے حفاظتی عملے اور اخبار نویسوں کو پریشان کرتے رہتے مثلاً وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل کر ٹہلنے لگتے تھے۔ حفاظتی عملہ ان کے پاس پہنچتا تو وہ ڈانٹنے لگتے اور کہتے کہ یہ تو آزاد دنیا ہے پھر مجھے یہاں کیوں آزادی سے گھومنے پھرنے نہیں دیا جاتا، جانا جاتا اپنے کمرے سے نکل کر صدر دروازے پر پہنچتے اور اخبار نویسوں کو (جو ہر وقت ان کی ٹوہ میں رہتے اور ان تراقی کو اخبار کی شہ سرخی بنانے کے لئے ان کے گرد منڈلاتے رہتے تھے) بلا کر کہتے کہ ایک اہم خبر ہے اخباری نمائندے ہمہ تن گوش ہو جاتے، تو وہ فرماتے وہ خبر یہ ہے کہ "میں اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ لنچ کرنے جا رہا ہوں۔"

جس وقت خروشیف امریکہ پہنچے تھے تو انتخابی سرگرمیاں زوروں پر تھیں ایک پارٹی کے ہیڈ کوارٹرز آتشبازی کے آلات وہاں سے چھوڑتے ہوئے گذرے تو خروشیف نے نیوز رپورٹروں کو بلا کر حیرت انگیز خفیہ خبر دی کہ ہمارے امریکیوں کے پاس بھی راکٹ ہیں۔" خروشیف جب اقوام متحدہ



کی جنرل اسمبلی سے خطاب کر رہے تھے تو ان کی گستاخ اور منہ پھٹ تقریر کا رد عمل ہوا تو ہونا بھی چاہئے تھا تو خروشیف نے شرکاء اسمبلی کو خاموش کرنے کے لئے اپنا ایک فٹ کا جوتا نکالا اور اس سے میز کو پیٹنا شروع کر دیا۔

ذکر ہو رہا تھا کمیونسٹ پارٹی کی بیسویں کانگریس کا جس میں خروشیف کی تقریر اس لحاظ سے بڑی اہم تھی کہ اس میں پہلی مرتبہ خروشیف نے اسٹالن کے مظالم کا پردہ چاک کیا تھا، خروشیف اپنی تقریر میں کہہ رہا تھا کہ جب ہم میں سے کسی کو اسٹالن سے ملاقات کے لئے بلایا جاتا تھا تو ہمیں اکثر اس کے زندہ واپس آنے کی امید بھی نہیں ہوتی تھی جانے والا بھی یہ سوچ کر جاتا تھا کہ شاید وہ زندہ واپس نہ آئے جس وقت خروشیف یہ جملے ادا کر رہے تھے تو اس وقت ایک پرچی اسٹیج پر آئی جس میں ان سے ایک سوال کیا گیا تھا خروشیف نے با آواز بلند پرچی کو پڑھنا شروع کر دیا جس میں لکھا تھا کہ "جس وقت اسٹالن یہ ظلم کر رہا تھا بقول آپ کے کمیونزم کا حلیہ بگاڑ رہا تھا اس وقت آپ کہاں تھے اور خاموش کیوں رہتے تھے؟" خروشیف نے یہ سوال پڑھا اور کہا کہ جس ممبر نے یہ سوال



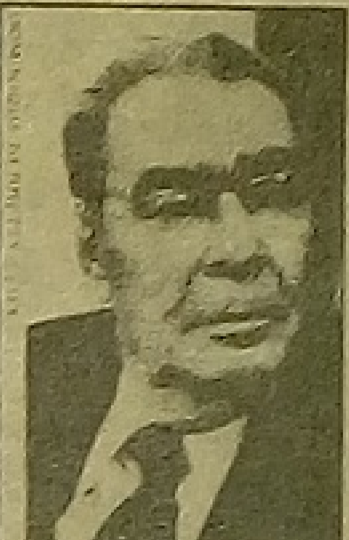
کیا ہے وہ ذرا اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں، ایک منٹ گذر گیا کوئی کھڑا نہ ہوا خروشیف نے پھر اپنی بات دہرائی مگر پھر بھی کوئی کھڑا نہ ہوا تو خروشیف نے کہا کہ جس وجہ سے سوال کرنے والا ممبر خاموش ہے اسی وجہ سے میں خاموش تھا۔ اور جہاں وہ اسوقت ہیں وہیں پر میں تھا خروشیف نے یہ کہا اور اپنی تقریر جاری کر دی اس مکالمے میں پورے سوویت نظام کا بھرپور عکس دکھائی دیتا ہے جو جبر و تشدد اور خوف و دہشت پر مبنی تھا صدر میخائل گوربچوف وہ پہلے بیدار مغز روسی رہنما ہیں جنہوں نے سوویت معاشرے پر چھائے ہوئے خوف و دہشت کے اس مہیب سائے کو تحلیل کیا ہے۔

میخائل گوربچوف آٹھ برس پیشتر جن کا نام روس کے باہر کوئی نہیں جانتا تھا لیکن دیوار برلن کو منہدم کرانے سوویت یونین کے اوپر پڑا آہنی پردہ اٹھانے اور اپنے ملک میں سیاسی اصلاحات نافذ کرنے کی خاطر اپنی حیثیت کو داؤ پر لگانے والے کا نام اب دنیا میں زبان زد عام بن چکا ہے تاہم ایسی عالمی شہرت و مقبولیت حاصل کرنے والے کی شخصیت اور ذاتی زندگی سے اب بھی بہت کم لوگ واقف ہیں۔

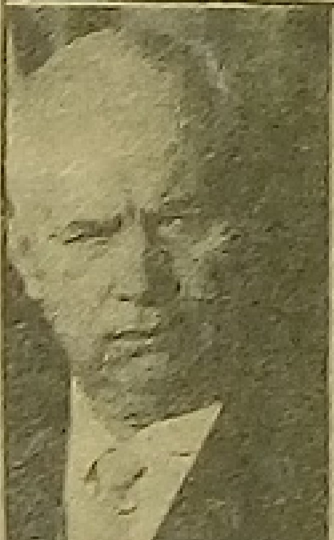
صدر گوربچوف ایک کاشتکار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جب ملک میں سوشلسٹ نظام کے تحت اجتماعی کاشتکاری کا سسٹم نافذ کیا گیا تو گوربچوف کے والد نے بخوشی اپنی تمام زمین حکومت کو دے دی۔ پہلے دو سال فصل اچھی ہوئی مگر اس کے بعد حکومت وقت نے گاؤں سے تمام اناج اور کسانوں سے ایک ایک دانہ تک چھین لیا اور گاؤں کے لوگوں کو فاقے مرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے اس بیمانہ فصل کے رد عمل میں کسانوں نے اجتماعی کاشتکاری کی مخالفت شروع کر دی حکومت کی مشینری حرکت میں آئی اجتماعی کاشتکاری کے مخالف لوگوں کو ملک بدر کر دیا گیا کسانوں کی مزاحمت کو اسٹالن کی ظالم حکومت نے بیدردی سے کچل دیا ہزاروں کسان مارے گئے کھیت اور میدان انسانی لاشوں سے پٹ گئے میخائل گوربچوف اس پر آشوب دور میں پیدا ہوئے جب ان کا گھرانہ مصائب میں گھرا ہوا تھا ان کا بچپن تکلیفوں میں گذرا وہ دبلے پتلے جسم کے ایک جوان بنے ان کا سر البتہ کافی بڑا تھا جو دبلے پتلے جسم کی مناسبت سے بے ڈھنگا لگتا تھا ان کی شخصیت کی سب سے سحور کن چیز انکی آنکھیں تھیں جو عقاب کی طرح چمکیلی اور گہری تھیں آج بھی جو کوئی ان سے ملاقات کرکے واپس لوٹتا ہے تو وہ ان کی سحر کن آنکھوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہتا جن میں بلا کا اعتماد پایا جاتا ہے۔



روس پر آہنی پردہ ڈالنے والا۔ اسٹالن



برزنیف



نکیتا خروشیف

روسی کمیونسٹ پارٹی کے ایک عام رکن کی حیثیت سے انکے مطابق کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ سوویت یونین میں اعلیٰ ترین عہدوں پر تعینات ہوں گے اور نہ صرف ان عہدوں تک پہنچیں گے بلکہ سوویت معاشرے کو شخصی آزادی اور انفرادی ملکیت کی نعمتوں سے بھی نوازیں گے ان کی سیاسی زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ترقی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہائی اسکول میں وہ اپنی کلاس کے مانیٹر تھے بہ حیثیت انہوں نے اپنے کلاس فیلو سے ڈوئیل لڑ کر حاصل کی یونیورسٹی میں پہنچے تو وہاں طلباء کے لیڈر بن گئے کمیونسٹ پارٹی کے نوجوانوں کی تنظیم میں انہوں نے ممتاز مقام حاصل کیا پھر کمیونسٹ پارٹی کے باقاعدہ ممبر بنے تو ترقی کا زینہ تیزی سے طے کرتے رہے مقامی کمیٹی پھر ریاستی کمیٹی اور اس کے بعد کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں آ گئے جلد ہی پولٹ بیورو کے مکمل رکن بن گئے سیکریٹری جنرل بننے کے لئے انہوں نے بہت سے سینئر ارکان کے سروں پر سے چھلانگ لگا دی برزنیف اور انکے بعد دو اور بوڑھے جانشین تھوڑے تھوڑے وقفے سے انتقال کر گئے تو اسی مرحلے پر روسی کمیونسٹ پارٹی نے فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ پارٹی کا سیکریٹری جنرل کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو قدرے جوان ہو تاکہ سیکریٹری جنرلوں کی جلد جلد اموات کے حادثات سے روسی قوم دوچار نہ ہو تو اس سیکریٹری جنرل شپ کا قرعہ فال گوربچوف کے نام نکلا اور ایک جست لگا کر کمیونسٹ پارٹی کے اس اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گئے جو سوویت یونین میں سب سے طاقتور عہدہ تھا۔

جب گوربچوف پولٹ بیورو کے رکن تھے تو انہوں نے کوئی منصوبہ بندی یا خیال ایسا ظاہر نہیں کیا جس کا مقصد سوویت یونین میں بنیادی انقلابی تبدیلی لانا تھا "پریسٹرائیکا" کا نظریہ انہوں نے سیکریٹری جنرل بننے کے بعد پیش کیا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اتنا بڑا خیال انہیں اچانک آیا ہو سیکریٹری جنرل بننے سے پہلے انہوں نے روس میں پائے جانے والے سیاسی حبس کو محسوس نہ کیا ہو یا روسی معاشرے کے جمود کا انہیں احساس نہ ہوا ہو یہ احساسات اور مشاہدات انہیں بہت پہلے سے رہے ہوں گے بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اشتراکی نظام کے جبر کو انہوں نے بچپن ہی سے محسوس کر لیا ہوگا جب اس جبر کی زد میں آ کر نہ صرف ان کا خاندان بلکہ ان کی پوری کاشتکار برادری سخت مصائب کا شکار رہی تھی یہ خیال اسوقت بھی ان کے ذہن کے کسی نہاں خانے میں یقیناً رہا ہوگا، جب اپنے گاؤں سے وہ شہر پہنچے تو ان کے جسم پر ایک پرانا سوٹ تھا جو اتنا تنگ تھا کہ بمشکل ان کے جسم پر آ رہا تھا، سردی سے بچنے کے لئے انہوں نے کوٹ کے سارے بٹن لگائے ہوئے تھے کوٹ کے کالر پر انہوں نے نمایاں کر کے کمیونسٹ پارٹی کا بیج (BADGE) لگایا ہوا تھا چہرے پر پریشانی اور آنکھوں میں بے قراری تھی۔

شہر آ کر اس دیہاتی نوجوان کا پہلا واسطہ پہلی مرتبہ دانشوروں سے پڑتا ہے وہ کمیونسٹ پارٹی کے مختلف اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں وہاں وہ علمی و سیاسی بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں اس طرح انکی ذہنی پرداخت شروع ہو جاتی ہے، ماسکو شہر میں ان کی دوستی ایک بڑے ذہین دانشور جیلت ملینا سے ہوئی جس کا تعلق چیکوسلواکیہ سے تھا جب گوربچوف اور ملینا اپنے اپنے ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں میں آگے بڑھ رہے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ انکی دوستی بھی بڑھ رہی تھی۔ وہ اکثر ملاقاتیں کرتے رہتے تھے ملینا کا کہنا ہے کہ گوربچوف

شروع سے ہی آزاد خیال تھے وہ اسٹالن کے حامیوں میں سے نہیں تھے ان کا خیال تھا کہ کمیونزم نظام ایسا نہیں جسے فوجیوں کی طرح منظم کیا جائے جیسا کہ اسٹالن نے کر دکھایا تھا۔

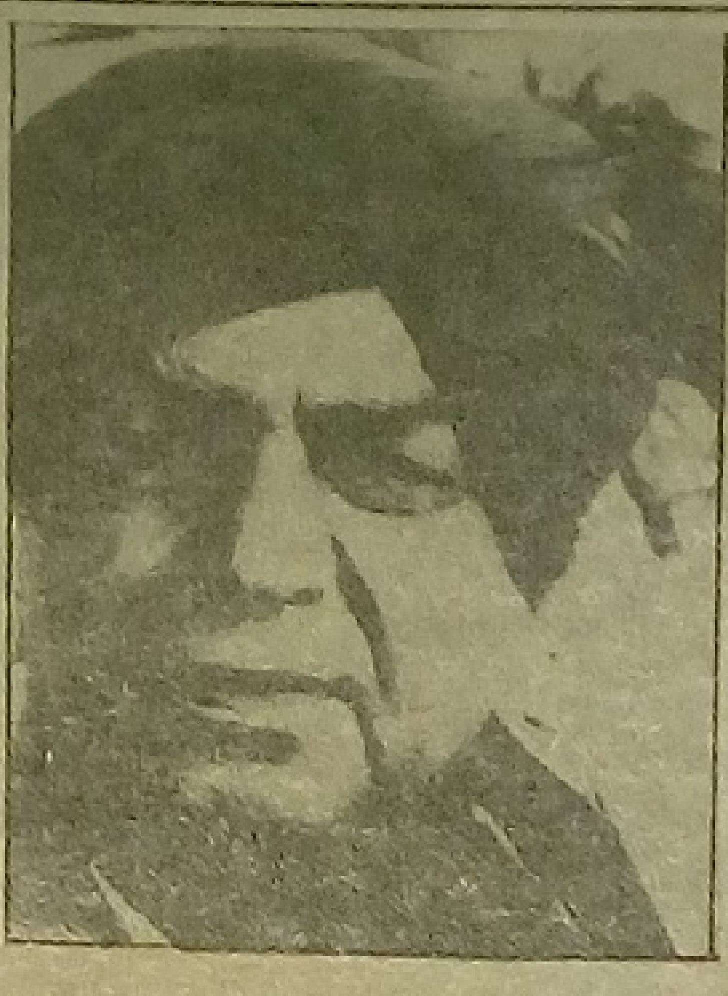
ملنے والے مزید کہتے ہیں کہ گورباچوف ایک شریف النفس آدمی ہیں ان کے بولنے کا انداز ایک سیدھے سادے دیہاتی کا سا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کمرے میں داخل ہوتے ہیں تو باقی لوگ ان کے سامنے پستہ قد معلوم ہونے لگتے ہیں ان کی آنکھیں ہیرے کی کنی ہیں جو دور تک اترتی چلی جاتی ہیں ان میں مٹھاس اور شفقت کی گرمی پائی جاتی ہے ان سے ملنے کے بعد ہی اندازہ ہوتا ہے کہ مسز مارگریٹ تھیچر کیوں انکی گرویدہ ہو گئیں اور ریگن کو انہوں نے کیسے مسحور کر دیا وہی رونالڈ ریگن جو سوویت قیادت کو برائیوں کا ایک سلسلہ کہتے ہیں اب گورباچوف کے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

صدر گورباچوف کے متعلق دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں سے زیادہ باہر کی دنیا میں اور خاص طور پر مغربی دنیا میں زیادہ مقبول ہیں ان کی شخصیت میں جو سحر اور کشش ہے اس سے وہ پولٹ بیورو کے اراکین کو متاثر کرنے کی ضرورت زیادہ محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ انکے ساتھ سختی سے بات کرتے ہیں کیونکہ پارٹی کے سربراہ کی حیثیت سے انہیں کمانڈر کے فرائض بھی ادا کرنے پڑتے ہیں تاہم اپنے عوام کے لئے وہ اتنے سخت نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے سیاسی مخالف بورس یالٹسن الزام لگاتے ہیں کہ اصلاحات کا کام اتنی تیزی سے نہیں چل رہا جتنی تیزی سے اسے چلنا چاہئے تھا۔۔۔

گورباچوف اپنی خود اعتمادی اور سحر خیز شخصیت کی بدولت سیاست میں ایک کرشمہ ساز کی حیثیت سے اختیار کر چکے ہیں ان کے اندر ہر سیاسی بحران سے نکلنے اور اسے اپنے حق میں ڈھالنے کی بے پناہ صلاحیت ہے اس لئے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ روسی اشتراکی معاشرہ کو ایک جمہوری معاشرے میں ڈھالنے کی جو چیلنج انگیز کوششیں کر رہے ہیں اس میں بھی وہ کامیاب رہیں گے۔

دراصل کمیونزم کے زیر اثر روسی معاشرہ ایک ایسا بند جوہڑ بن چکا تھا جس میں جمع شدہ تمام پانی گندہ ہو چکا تھا وہ ایک ایسے تاریک جزیرے میں بدل چکا تھا جس میں روشنی کی کرن بھی باقی نہیں رہی تھی گورباچوف نے اس تاریک جزیرے کی بند کھڑکیاں گلاسناسٹ کی پالیسی اختیار کر کے کھول دیں تو گندہ پانی باہر نکلنا شروع ہو گیا اور پریسٹرائیکا کا نظریہ دے کر روشنی پھیلائی تو اس روشنی میں لوگوں نے دیکھا کہ جزیرہ کوڑا کرکٹ سے اٹ چکا تھا ہر طرف بے ترتیبی تھی اور جمود کا عالم طاری تھا۔

پچھلے ہفتہ کمیونسٹ پارٹی کے نائبین کی کانگریس نے میخائل گورباچوف کو ترمیم شدہ آئین کے تحت سوویت یونین کا ایک با اختیار صدر منتخب کیا ہے نائبین کی کانگریس یونین کا سب سے بڑا قانون ساز ادارہ



دیوی لال ۔۔۔ کامیاب سودے باز

ہے جس نے چھ ماہ کی متنازع بحث کے بعد "ذاتی ملکیت" کا قانون پاس کیا جو یکم جولائی ۱۹۹۰ء سے نافذ العمل ہو گا اس قانون نے روس کی نظریاتی راہوں کو تبدیل کر دیا اشتراکی نظریئے کے بانی کارل مارکس اور لینن نے "ذاتی ملکیت" کو تمام معاشی برائیوں کی جڑ قرار دیا تھا۔ ذاتی ملکیت کے اصول کو اپنا کر گورباچوف اور ان کے ساتھیوں نے عملی طور پر کمیونزم سے منہ موڑ لیا اس کے علاوہ کمیونسٹ پارٹی کی سیاسی اجارہ داری کو ختم کر کے جمہوریت کی داغ بیل ڈال دی گئی گورباچوف اب ایک با اختیار صدر ہیں انہیں اعلان جنگ کرنے اور مارشل لا نافذ کرنے کا اختیار ہے۔ وہ ایک نو تشکیل شدہ فیڈریشن کونسل کے سربراہ ہوں گے جس میں تمام پندرہ جمہوریتوں کے اعلیٰ عہدے دار شامل ہوں گے اس سسٹم کے تحت صدر گورباچوف چار سال تک صدارت کے عہدے پر فائز رہیں گے اسکے بعد کثیر الجماعتی نظام کے تحت عام انتخابات ہوں گے اور آئندہ صدر کا عہدہ پانچ سال کے لیے ہو گا۔

سوویت یونین کے نئے با اختیار صدر بننے کے بعد میخائل گورباچوف کے سامنے جو سب سے اہم مسئلہ آیا ہے وہ لیتھونیا کا اعلان آزادی ہے مشرقی یورپ کی ان بالٹک ریاستوں پر اسٹالن نے دوسری جنگ عظیم کے ہنگامے سے فائدہ اٹھا کر قبضہ کر لیا تھا مشرقی یورپ میں آزادی کی لہر سے متاثر ہو کر ان بالٹک ریاستوں نے بھی اپنی آزادی کی جدوجہد تیز کر دی اور لیتھونیا کی پارلیمنٹ نے تو ۱۱ مارچ کو باقاعدہ "اعلان آزادی" کر دیا۔ صدر گورباچوف نے اس "اعلان آزادی" کے جواب میں کہا کہ یہ اعلان کوئی معنی نہیں رکھتا اس معاملے میں سودے بازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تاہم انہوں نے اپنی پریس کانفرنس میں یہ عندیہ ہی دیا کہ وہ لیتھونیا کے فیصلے کے خلاف کوئی سخت اقدام لینے والے ہیں اس سے قبل انہیں سکھایا تھا" گو کہ یونین کے آئین میں شامل ریاستوں کو علیحدگی کا حق دیا گیا ہے تاہم یہ علیحدگی دستور کے راستے ہونی چاہئے انہوں نے یہ اشارہ ضرور دیا کہ ایک نئے سمجھوتے کے تحت مختلف جمہوریاؤں میں مرکز سے الگ الگ تعلقات کی گنجائش رکھی جائے گی بالآخر جمہوریاؤں کے ریفرنڈم سے اگر یہ بات سامنے آئی کہ لیتھونیا کے عوام سوویت وفاق سے علیحدگی چاہتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کی اجازت دی جائے گی مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام فریقوں کے مفادات کو پیش نظر رکھا جائے۔

لیتھونیا کا ایک پارلیمانی وفد اس توقع کے ساتھ ماسکو میں موجود ہے کہ اسے صدر گورباچوف کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے گی تاحال اسے اس مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی ایک اخباری نمائندے کے اس سوال کے جواب میں کہ روس نے لیتھونیا کی آزادی کے لئے ۳۵ ارب ڈالر کی قیمت مقرر کی ہے جو روس نے لیتھونیا کی آزادی کو بطور قرضہ دیئے تھے وفد کے قائد ویدوتاس نے کہا کہ ہم بھی ۳۵ ارب ڈالر کے بل کے جواب میں پچاس سالہ دور غلامی کا بل تیار کر رہے ہیں جو اس رقم سے کہیں زیادہ کا بل ہو گا۔

لیتھونیا کے صدر وائٹس لینڈز برجس کے اس اقدام کو روسی ترجمان نے بغاوت سے تعبیر کیا ہے جس کے تحت لیتھونیا میں قائم روسی فیکٹریوں کو لیتھونیا کی حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا ترجمان کے مطابق

ریاست چیچنیا نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ تباہی کی طرف جاتا ہے۔

دریں اثنا روسی وزیر خارجہ ایڈورڈ شیوارڈ نازے نے بھی ایک بیان میں کہا ہے کہ سوویت بالٹک ریاستوں میں آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کے لیے طاقت استعمال نہیں کریں گے انہوں نے اس خبر کی بھی تردید کی کہ چیچنیا میں سرکشی کو دبانے کے لئے مزید فوجی دستے بھیجے گئے ہیں۔

اس مرحلے پر صدر گورباچوف اور موجودہ روسی قیادت کا دہرا معیار کھل کر سامنے آتا ہے، سوویت یونین کی بالٹک ریاستوں اور وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں میں بیک وقت یکساں حالات پیدا ہوئے جب ان علاقوں میں آزادی کی ہر اٹھی اور گلی کوچوں میں آزادی کے حق میں نعرے لگنا شروع ہو گئے ——— بالٹک ریاستوں کو منانے کے لئے گورباچوف بنفس نفیس وہاں پہنچ گئے اور ان سے ہاتھ جوڑ کر التجا کی کہ وہ انتہاپسند مطالبات نہ کریں مگر اس کے باوجود لتھونیا کی پارلیمنٹ نے اعلان آزادی کر دیا مگر جب اسی قسم کا مطالبہ مسلم ریاستوں آذربائیجان اور ازبکستان میں ہوا تو وہاں اس شورش کو کچلنے کے لئے سرخ فوج کو بھیج دیا گیا جس نے نہایت سفاکی سے مطالبۂ آزادی کا گلا گھونٹ دیا۔ آذربائیجان کے دارالحکومت باکو میں ایک رات میں پانچ ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا ایسا ہی کچھ ازبکستان کے شہر تاشقند میں کیا گیا جہاں سیکڑوں نہتے مسلمانوں کو روسی ٹینکوں تلے کچل دیا گیا جو مکمل آزادی بھی نہیں بلکہ اپنے کچھ بنیادی حقوق کی بازیابی کا مطالبہ کر رہے تھے جن میں مذہبی آزادی کا مطالبہ بھی شامل تھا یہ فرق ہے مسلم اور غیر مسلم کا، چونکہ بالٹک ریاستوں میں عیسائی آبادی ہے اس لئے درگذر سے کام لیا گیا، آذربائیجان اور ازبکستان میں مسلمان بستے ہیں اس لئے انہیں سختی سے دبا دیا گیا اپنے آپ کو غیر مذہبی روشن خیال اور انسانیت پرست کہلانے والی روسی قیادت کے اندرونی جذبات کا پردہ چاک ہو گیا ہے کچھ صورتحال کشمیر میں ہے جہاں لادین بھارت کا کٹر متعصبانہ چہرہ عیاں ہو گیا ہے، دریں اثنا امریکی حکومت نے کہا ہے کہ اگر چیچنیا کی حکومت نے یہ درخواست دی کہ اسے سفارتی طور پر قبول کر لیا جائے تو امریکہ ایسی درخواست پر سنجیدگی سے غور کرے گا، امریکی سینیٹ نے متفقہ



میہم کے ضمنی انتخاب کا شکار

طور پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کو چاہیے کہ وہ چیچنیا کی آزادی اور اسکے جمہوری حق کی حفاظت کرے قرارداد میں مزید کہا گیا کہ اگر ماسکو نے چیچنیا کے خلاف طاقت استعمال کی تو اس سے امریکہ اور روس کے تعلقات پر بہت خراب اثر پڑ سکتا ہے چیچنیا کے خلاف طاقت استعمال نہ کرنے کا روسی فیصلہ اس امریکی دباؤ کے تحت بھی ہو سکتا ہے۔

کمیونزم کی ناکامی میں خود اس نظام کی بنیادی خرابیوں کا دخل ہے بہتر سال بعد روسیوں نے محسوس کر لیا کہ یہ نظام انسانیت کی معراج نہیں بن سکتا ——— روحانیت سے قطع نظر یہ نظام آدمی کے معاشی اور مادی مسائل کا بھی شافی حل نہیں ہے جن کو بنیاد بنا کر کارل مارکس نے اشتراکیت کا تانا بانا بنا تھا۔

روس کو اپنے زیر تسلط ریاستوں کو جلد یا بدیر آزادی دینا پڑے گی صدر گورباچوف سوشل ڈیموکریسی کے ذریعے روسی معاشرے کو ایک جمہوری اور آزاد معاشرہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں صحیح معنوں میں جمہوری اصولوں پر استوار کوئی حکومت دوسری قوموں کو غلام بنا کر نہیں رکھتی سوویت یونین میں شامل ریاستوں سے روس کے تعلقات کو نئی بنیادوں پر قائم کرنے میں اگر روسی قیادت نے مسلم اور غیر مسلم کا فرق روا رکھا تو یہ بات خود روس کے جمہوری تجربے کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو گی۔

افریقہ کی آخری نوآبادی نمیبیا ۲۰ اور ۲۱ مارچ

کی درمیانی شب کو ٹھیک ۱۲ بجے ایک آزاد اور خودمختار مملکت بن گئی، ۳ لاکھ ۱۷ ہزار ۸ سو ستائیس مربع میل پر پھیلا ہوا یہ ملک جس کی کل آبادی ۱۳ لاکھ افراد پر مشتمل ہے ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد آزادی کی نعمت سے مستفیض ہوا ہے۔

نمیبیا کی تیرہ لاکھ آبادی میں صرف ۸۰ ہزار سفید فام لوگ ہیں جو باقی سیاہ فام لوگوں پر حکومت کرتے رہے ہیں اقوام متحدہ نے ۱۹۶۶ء میں سفید فام اقلیت کی حکومت کو ناجائز قرار دے دیا تھا مگر جنوبی افریقہ کی حکومت کی قوت کے بل پر معدنی دولت سے مالا مال اس ملک پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔

افریقہ کے اس علاقے پر پچھلی صدی میں جرمنوں نے قبضہ کر کے اسے اپنی ایک نوآبادی بنا لیا تھا پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست کے بعد اس پر جنوبی افریقہ کی سفید فام حکومت نے قبضہ کر لیا اور اس وقت سے یہ علاقہ جنوبی افریقہ کے زیر تسلط چلا آ رہا تھا ۱۹۷۸ء میں اقوام متحدہ نے ایک قرارداد کے ذریعے جنوبی افریقہ پر زور دیا کہ وہ نمیبیا سے دست کش ہو جائے مگر پریٹوریا (جنوبی افریقہ) نے اقوام متحدہ کے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اقوام عالم سے مایوس ہو کر نمیبیا کے عوام نے اپنی آزادی کے لئے مسلح جدوجہد شروع کر دی اور ۲۳ سال کی مسلسل گوریلا جنگ کے بعد آزادی حاصل کر لی اس جنگ میں نمیبیا کے عوام نے بہت قربانیاں دیں ہزاروں نوجوان چھاپہ مار شمع آزادی پر قربان ہو گئے ان کی قربانیاں رنگ لائیں جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کو عالمی دباؤ اور آزادی کے سپاہیوں کے روبرو ہتھیار ڈالنے پڑے، جنوبی افریقہ کا گورنر متعینہ نمیبیا جنرل لوئیس پائینار آنکھوں میں ندامت کے آنسو لیے نمیبیا سے رخصت ہو گیا نمیبیا پر چھایا ہوا غلامی استبداد اور استحصال کا منحوس سایہ سمٹ گیا اور آزادی کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نمیبیا کی سرزمین پر طلوع ہو گیا۔

آزادی کے سورج کو طلوع کرنے کے لیے ساؤتھ ویسٹ افریقن آرگنائزیشن نے جسے عرف عام میں سواپو (SWAPO) کہا جاتا ہے مسٹر سام نوجوما (SAM NUJOMA) کی قیادت میں کامیاب جنگ لڑی ہے سام نوجوما آزاد نمیبیا کے پہلے صدر منتخب ہوئے ہیں ان کا نظریاتی جھکاؤ بائیں بازو کی طرف تھا مگر

صدر بننے کے بعد انہوں نے جو اپنی پہلی پالیسی تقریر کی اس میں غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا کہ ملک میں جمہوری نظام ہوگا اور ملکی اقتصادیات کو ملی جلی معیشت پر استوار کیا جائے گا نمیبیا کے لیے جوان کی پارٹی سویپو نے عبوری آئین منظور کیا ہے اس میں بھی کارل مارکس کے نظریات کو مسترد کر دیا اس آئین کے تحت ملک میں کثیر الجماعتی نظام ہوگا، آئین میں انسانی بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے یہاں تک کہ سزائے موت جیسی انتہائی سزا کو بھی منسوخ کر دیا گیا، اپوزیشن کے مطالبے پر آئین کی اس دفعہ کو بھی تبدیل کر دیا گیا جس کے تحت بغیر مقدمہ چلائے کسی ملزم کو قید میں رکھا جا سکتا تھا۔

موجودہ دور میں اقتصادی آزادی حاصل کیے بغیر سیاسی آزادی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ بلاشبہ نمیبیا نے سیاسی آزادی حاصل کر لی ہے مگر اقتصادی آزادی حاصل کرنے کے لیے ابھی اسے بہت کچھ کرنا باقی ہے غیر ملکی آقاؤں نے ملک کو اقتصادی طور پر کھوکھلا کر کے رکھ دیا، تاہم عبوری آئین سازی اور ملک کی بنیادی پالیسیوں کو مرتب کرتے ہوئے سام نوجوما نے جس تدبر اور فراست کا ثبوت دیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ موزمبیق اور انگولا کی حماقتوں کو اپنے ملک میں نہیں دہرائیں گے جنہوں نے اشتراکیت کے اصولوں پر اپنی اقتصادیات کی بنیاد رکھی تھی اور ناکام رہے تھے۔ بلکہ زمبابوے کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی اقتصادیات کو آزاد اور ملی جلی معیشت سے بہرہ ور کریں گے تاکہ بیرونی سرمایہ کاری کے ذریعے وہ ملکی معاشیات کو جلد سنبھالا دے سکیں اور قومی تعمیر نو کے بوجھ کو بخوبی اٹھا سکیں، نمیبیا تقریباً ۴۳ کروڑ امریکی ڈالر کا مقروض ہے یہ قرضہ ورثے میں جنوبی افریقہ کی حکومت نئی آزاد حکومت کے لیے چھوڑ کر گئی ہے۔



آخر کار نمیبیا میں آزادی کا پرچم لہرا دیا گیا

سری لنکا میں بھارت نے ڈھائی سال قبل جو فوج متعین کی تھی اس کا آخری دستہ بھی اس ہفتہ سری لنکا سے نکل گیا بظاہر ہندوستانی فوج کی آمد کا مقصد شمالی اور مشرقی صوبہ جافنا میں ہندو گوریلا تنظیم تامل ٹائیگر کو غیر مسلح کرنا تھا لیکن باطن سری لنکا میں بھارتی چودھراہٹ قائم کرنا تھا۔ یہ وہی دہشت گرد تنظیم تھی جس کو قائم کرنے تربیت دینے اور مسلح کرنے میں در پردہ بھارتی حکومت کا ہاتھ تھا جنوبی بھارت کی ایک فوجی چھاؤنی میں سری لنکا کے ہندو باغی نوجوانوں کو بھارتی فوجی گوریلا جنگ کی تربیت دیتے رہے تھے۔

بھارت کی ان کارروائیوں کا مقصد سری لنکا کو سیاسی انتشار میں مبتلا کر کے اس کو اپنا حلقہ بگوش بنانا تھا۔ جافنا کے صوبہ کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دلانا بھی بھارتی عزائم میں شامل تھا جہاں تامل بولنے والے ہندوؤں کی اکثریت ہے جو دو سو سال قبل جنوبی بھارت کے صوبے تامل ناڈو سے ترک وطن کر کے شمالی سری لنکا کے صوبہ جافنا میں جا بسے تھے۔

سری لنکا کے سابق صدر جے وردھنے کی سادگی اور کمزور طبیعت سے فائدہ اٹھا کر بھارت نے پہلے تو اپنے تربیت یافتہ گوریلوں کے ذریعہ صوبہ جافنا کے حالات خراب کیے اور پھر ہندو اقلیت کے تحفظ کے بہانے اپنی فوجیں سری لنکا کی سرزمین پر اتار دیں۔

سری لنکا کے موجودہ صدر پریماداسا ایک معتبر طاقتور اور حوصلہ کے مالک ہیں انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی اس معاہدے کو ختم کر دیا جس کے تحت بھارتی فوج سری لنکا پہنچی تھی اور بھارتی حکومت سے مطالبہ کرنا شروع کیا کہ وہ سری لنکا سے اپنی نام نہاد امن فوج واپس بلا لے۔ بھارت کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی اس مطالبہ پر سخت چراغ پا ہوئے کیونکہ وہ سری لنکا کو اپنے زیر اثر لانے کا خواب دیکھ رہے تھے اس خواب کے ٹوٹنے پر ان کا تلملانا ایک قدرتی بات تھی۔ چنانچہ انہوں نے سری لنکا سے فوجیں واپس بلانے سے انکار کر دیا حالات گھمبیر ہوتے چلے گئے۔ پریماداسا بھارتی فوج کی واپسی پر بدستور زور دے رہے تھے مگر راجیو گاندھی واپس بلانے سے منکر تھے پھر قدرت نے سری لنکا کا ساتھ دیا راجیو گاندھی کو قبل از وقت بھارت میں عام انتخابات کرانے پڑے عوامی اور انتخابی دباؤ کے تحت راجیو گاندھی کو سری لنکا سے فوجیں واپس بلانے کا اعلان کرنا پڑا۔ کیونکہ اپوزیشن کی پارٹیاں سری لنکا میں ہونے والے بے سود فوجی اخراجات اور اس کے نتیجہ میں بڑھتی

ہوئی مہنگائی کو ہدف تنقید بنا رہی تھیں۔ بہرحال یہ ہوا کہ راجیو گاندھی اور ان کی کانگریس (آئی) کو انتخابات میں شکست ہو گئی۔ مسٹر وی پی سنگھ برسر اقتدار آ گئے جنہوں نے اپنے چھ نکات جن میں ایک نکتہ یہ تھا کہ جنتا دل برسر اقتدار آ کر سری لنکا سے بھارتی فوج واپس بلالے گا) پر عمل کرتے ہوئے سری لنکا سے بھارتی فوج کے انخلاء کا عمل مکمل کرا دیا۔

بھارتی فوج اپنے مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام رہی ہے ۱۹۸۷ء کے سری لنکا بھارت کے معاہدے کے تحت بھارتی فوج کا کام تامل گوریلوں کو غیر مسلح کرنا تھا۔ وہ نہ صرف ایسا کرنے میں ناکام رہی بلکہ اس کی کارروائیوں کے نتیجہ میں تقریباً دس ہزار شہری بھی ہلاک ہو گئے جبکہ بھارتی فوج کے گیارہ سو جوان کام آئے۔ دو سال کے عرصہ میں بھارتی فوج صرف اس حد تک کامیاب ہوئی کہ اس نے تامل ٹائیگر کو شمالی جنگلوں میں دھکیل دیا وہ گوریلوں کو غیر مسلح کرنے یا ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ صدر پریم داسا نے برسر اقتدار آتے ہی تاملوں سے گفت شنید شروع کر دی جو ایک سال کے طویل مذاکرات کے بعد کسی حد تک کامیاب ہو گئی اب تامل کچھ مراعات کے ساتھ اپنی مسلح جدوجہد ترک کر کے ایک سیاسی جماعت بنانے پر رضامند ہو گئے ہیں ادھر صدر پریم داسا نے بھارتی حکومت پر زور دے کر بھارتی فوج کی واپسی کی آخری تاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۹۰ء مقرر کرالی تھی اس آخری تاریخ کے ختم ہونے سے ایک ہفتہ پیشتر ہی آخری بھارتی فوجی سری لنکا کی سرزمین چھوڑ گیا۔

پچھلے ہفتہ بھارتی وزیر اعظم وی پی سنگھ کی حکومت کو نائب وزیر اعظم دیوی لال نے استعفیٰ دے کر متزلزل کر دیا تھا اب ایک بار پھر انہوں نے حکمران جنتا دل پارٹی کو مشکل سے دوچار کر دیا ہے اس بار انہوں نے اپنی پارٹی کے پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری اجیت سنگھ کو اچانک ان کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ دیوی لال نے ایک مختصر سرکلر جاری کر کے تمام اراکین کو حیرت زدہ کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ میں نے اجیت سنگھ کو پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری شپ کے عہدہ سے ہٹا دیا ہے اس حکم پر فوری طور پر عمل ہوگا اجیت سنگھ وزیر صنعت ہیں اور جنتا دل کے سیکرٹری جنرل ہونے کی بناء پر پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری جنرل بھی تھے اجیت سنگھ نے اس کارروائی کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ پارٹی دستور کے مطابق پارٹی کا سیکرٹری جنرل ہی پارلیمانی بورڈ کا سیکرٹری ہو سکتا ہے اور وہ چونکہ پارٹی کے سیکرٹری جنرل ہیں لہٰذا یہ عہدہ ان کے پاس ہی رہنا چاہیئے اس کے علاوہ بورڈ میں کسی تبدیلی کرنے کے مجاز صرف وزیر اعظم وی پی سنگھ ہیں جو پارٹی کے صدر ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ جناب دیوی لال نے یہ کارروائی اجیت سنگھ سے بدلہ لینے کے لئے کی ہے کیونکہ اجیت سنگھ نے دیوی لال کے صاحبزادے اوم پرکاش چوتالہ کو ریاست ہریانہ کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹانے کی مہم چلائی تھی۔

ہریانہ کے وزیر اعلیٰ اوم پرکاش چوتالہ پر میہم کے علاقہ میں ضمنی انتخاب کے موقع پر زبردست دھاندلی کرنے کا الزام ہے۔ دھاندلی کو جب رد کرنے کی کوشش کی گئی تو وزیر اعلیٰ کے حکم پر گولی چلا دی گئی جس کے نتیجہ میں خونی واقعات رونما ہوئے جن کی تمام تر ذمہ داری الیکشن کمشنر نے وزیر اعلیٰ چوتالہ پر ڈالی تھی اجیت سنگھ الیکشن کمشنر کی جانب سے لگائے گئے سنگین الزامات کی تحقیقات کرانا چاہتے تھے اور اس کے لئے وہ ایک مہم چلا رہے تھے۔

اجیت سنگھ کی مبینہ مہم سے برہم ہو کر دیوی لال نے جو ہریانہ کے ایک معمر سیاستدان ہیں نائب وزیر اعظم کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا جس کے سبب مسٹر وی پی سنگھ کی حکومت سیاسی بحران میں پھنس گئی تھی ایک ایسی حکومت جس نے ابھی اپنا پہلا بجٹ ہی پیش کیا ہو اور وہ اسے پاس کرانے کے مرحلے میں ہو یہ بحران سنگین تر ہو سکتا تھا دیوی لال نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور استعفیٰ دے کر وزیر اعظم کو دباؤ میں لے آئے تاکہ وہ ان کے بیٹے کے خلاف چلائی جانے والی مہم سے متاثر ہو کر ضمنی انتخاب میں ہونے والی مبینہ دھاندلیوں اور خونی واقعات کی عدالتی تحقیقات کا حکم نہ دے دیں۔



دیوی لال اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور انہوں نے وزیر اعظم وی پی سنگھ کو مجبور کر دیا کہ وہ ان کا مطالبہ مان لیں۔ وزیر اعظم وی پی سنگھ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ دیوی لال کی بات مان لیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو جنتا دل ٹوٹ سکتا تھا اور جنتا دل کے ٹوٹنے کا مطلب ان کی حکومت کا خاتمہ تھا

عام انتخابات کے بعد جب بھارت میں وزیر اعظم کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا تو اس عہدے کے لئے چندر شیکھر بہت زیادہ خواہشمند تھے جبکہ وی پی سنگھ کو اتنے ممبران کی حمایت حاصل نہ تھی کہ وہ انہیں شکست دے سکیں دیوی لال کو اسمبلی کے اکثریتی گروپ کی قیادت حاصل تھی دیوی لال کی حمایت سے ہی وی پی سنگھ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر متمکن ہو سکے ہیں ظاہر ہے ایسے طاقتور ساتھی کی علیحدگی وزارت عظمیٰ سے محروم ہو سکتی تھی

فی الحال یہ کہنا مشکل ہے کہ جو بحران دیوی لال کے استعفیٰ سے پیدا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا ہے باہم کا جھگڑا ہنوز موجود ہے۔ اجیت سنگھ کی برطرفی یہ بتاتی ہے کہ دیوی لال نے یہ قدم اجیت سنگھ سے بدلہ لینے کے لئے اٹھایا ہے جو دیوی لال کے بیٹے اوم پرکاش چوتالہ کو ہریانہ کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹانا چاہتے ہیں دیوی لال کی یہ کوشش ہے کہ ہریانہ میں ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں جو ان کے بیٹے کے کردار پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے پارٹی کی قیادت کی توجہ اس پر سے ہٹائی جائے پہلے انہوں نے استعفیٰ دے کر وزیر اعظم کو پریشان کیا اب اجیت سنگھ کو برخاست کر کے وہ وزیر اعظم کو مزید پریشانیوں میں الجھا دینا چاہتے ہیں۔

دریں اثناء اجیت سنگھ نے کہا ہے کہ مہم کے سلسلہ میں وہ اپنا موقف تبدیل نہیں کریں گے انہوں نے وزیر اعظم سے کہا کہ پارٹی دستور کے مطابق وہ یہ فیصلہ کریں کہ دیوی لال کا ان کو پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری کے عہدے سے ہٹانا کہاں تک درست ہے۔

مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو گئی کہ وی پی سنگھ کی حکومت ایک کمزور حکومت ہے ساجھے کی ہانڈی پائیدار نہیں ہوتی فی الحال تو جنتا دل کی ساجھے کی ہانڈی پھوٹتے پھوٹتے بچ گئی ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ کسی وقت بھی بیچ چوراہے پر پھوٹ سکتی ہے۔

مورو محاذ آزادی

فلپائن میں تین صدیوں سے مسلمان برسر پیکار ہیں

یہاں اسلام کا تعارف صوفیاء کی تبلیغی سرگرمیوں اور تاجروں کے ذریعے ہوا

فلپائن کے مجمع الجزائر شمال سے جنوب کی طرف ... اور مشرق سے مغرب کی طرف پھیلے ہوئے ہیں جزائر میں مسلمانوں کی آبادی شروع ہو گئی تھی اور مسلمان تاجروں نے یہاں اسلام کی تبلیغ بھی شروع کر دی تھی۔ انسائیکلو پیڈیا کے حوالے سے اس کی آبادی ۱۹۸۵ء میں ... اور ... اس کو ... کی اس مجمع الجزائر میں سب سے بڑے جزیرے کا نام لوزون اور دوسرے بڑے جزیرے کا نام منڈاناؤ ہے ... مربع میل ہے خاص منڈاناؤ کا رقبہ ۳۶۹۰۶ مربع میل ہے یہ جزیرہ بہت وسیع زرخیز اور سرسبز و شاداب ہے ان علاقوں کی خاص پیداوار چاول ناریل پٹ سن تمباکو اور کافی ہے۔ جنگلات سے عمارتی لکڑی بھی بکثرت حاصل ہوتی ہے۔

۱۹۳۲ء کی مردم شماری کے لحاظ سے اس کی آبادی تقریباً ایک کروڑ پچیس لاکھ کے لگ بھگ تھی دراصل منڈاناؤ اور سولو کی طرف آنے والے تارکین وطن کی اس تحریک کی تین لہریں تھیں ان میں سے ہر لہر کئی چھوٹے چھوٹے گروہوں پر مشتمل تھی اور پہلی لہر کے انتشار کے بعد ہی دوسری لہر بنیادی طور پر انڈو ملایا نسل سے قرابت رکھتی تھی پہلی لہر ان سیاہ فام بونوں اور چھوٹی قد و قامت کے لوگوں کی تھی جن کا طرز زندگی آج بھی قدامت پسندانہ ہے مورو تیسری لہر سے تعلق رکھتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو صدیاں قبل یہاں پہنچے وہ لوگ ترقی کی بلند منزلوں پر تھے اور فن حرب و ضرب میں بہت ماہر اور ترقی یافتہ تھے قدیم ایام میں مورو، میدانوں، وادیوں، ساحلی دریاؤں اور دریائی علاقوں میں رہتے تھے انہوں نے خاندان اور نسلی رشتوں کی بنیاد پر جماعتیں اور سیاسی تنظیمیں تشکیل دی تھیں ان کا معاشرتی ڈھانچہ بنیادی طور پر سردار کے

> **مجمع الجزائر میں اسپین کی دلچسپی ان قیمتی مصالحہ جات کی وجہ سے تھی جو بڑی بہتات میں یہاں پیدا ہوتے تھے**

گرد گھومتا تھا جسے داتو کہا جاتا تھا۔

اقتصادیات کی بنیاد زراعت اور ماہی گیری پر تھی بعد میں اسپین کے جبر کے باعث شکار کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ زمینیں انتہائی زرخیز اور وسیع تھیں جو علاقے دریاؤں، سمندروں اور جھیلوں کے ساتھ تھے وہاں میدانوں اور وادیوں کے علاقوں کا نظام خوب پھلتا پھولتا تھا تاہم زرعی پیداوار کا انحصار زیادہ تر موسمی حالات پر تھا۔ ۱۳۱۰ء میں اسلام منڈاناؤ اور

عباس احمد آزاد

سولو میں ظہور پذیر ہوا۔ اس علاقے میں بھی یہ مذہب اسی طرح آیا جس طرح مشرق بعید کے علاقوں میں داخل ہوا تھا یہاں اسلام کا تعارف عرب تاجروں، استادوں یا صوفیاء کی تبلیغی سرگرمیوں کے ذریعے ہوا۔ جو تجارتی راستوں سے یہاں پہنچے تھے مورخین کے بیان کے مطابق ان تبلیغی سرگرمیوں میں برصغیر کے بعض لوگوں کا بھی بڑا حصہ تھا جنہوں نے ملایا انڈونیشیا اور برونئی کی طرح منڈاناؤ اور سولو میں بھی انہی لوگوں

کو تبلیغ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ بنیادی طور پر اسلام سے متعلق جو بھی تاریخ ہے وہ تاجروں اور تبلیغ کرنے والوں کے قریبی تعلقات رکھنے والے لوگ تھے جنہیں اس حقیقت کے بعد تو نہیں یاد رکھتے ہیں کہ اسلام کے اولین مبلغ عرب تاجر تھے اس بات کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ منڈاناؤ اور سولو میں دین اسلام کا تعارف تاجروں، استادوں اور صوفیاء کی متحدہ جدوجہد اور تبلیغی کوششوں کے ذریعے ہوا۔ ان کوششوں میں بارہویں صدی کی خصوصیت کا تعارف تھا لیکن وہ خوش شکل اور خوش لباس ایک عرب تاجر جسے مقامی طور پر شریف کہا جاتا تھا یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے سولو میں پہلی اسلامی جماعت کی بنیاد رکھی اس تاجر نے ایک مقامی عورت کے ساتھ شادی کی اور پھر یہیں بس گیا۔ بعد میں ایک اور عرب تاجر کریم المخدوم جسے احترام کے ساتھ مخدوم شریف علی کہا جاتا تھا یہاں وارد ہوا اور بہت سے مقامی باشندوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

مجمع الجزائر سولو میں پہلی مسجد تعمیر کرنے کا اعزاز بھی کریم المخدوم ہی کو حاصل ہوا اس کی زندگی ہی میں ان جزائر کے بہت سے باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے یہ کوشش اس قدر بار آور ہوئی کہ چودھویں صدی کے اختتام تک اسلامی جماعت اعلیٰ اقبال مندیوں سے سرفراز تھی اور اس صدی کے وسط میں سولو سلطنت کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ اسلام کی آمد سے پہلے منڈاناؤ اور سولو کے لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے وہ پتھروں، ستاروں، چاند اور دوسری ایسی ہی چیزوں کو پوجا کرتے تھے انہوں نے اسلام کا پیغام بغیر کسی جبر کے بآسانی قبول کر لیا البتہ اس سے قبل انہوں نے

نوواردوں کو آسانی سے اپنے علاقوں میں نہ آنے دیا نوواردوں کی فوقیت علم اور برتر اسلحہ کی وجہ سے ایسے معرکے اگرچہ مختصر ہی دیے لیکن انہوں نے مقابلے پر آکر زندگی کا ثبوت ضرور دیا یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ کام آسان تھا یہ خیال کرنا پڑے گا کہ نوواردوں کی رگوں میں دوڑنے والا عربی خون بھی عوام اور امراء کے طبقے میں قبولیت اسلام کا سبب بنا اپنی خاص روایات کے ساتھ یہ لوگ اسلامی اخلاق وعادات کی جھلک لئے ہوئے تھے چنانچہ اسلام کے ساتھ ایک نیا دینوی انداز فکر اور اقتدار کا ڈھانچہ وجود میں آیا اور نئے دین نئے عقیدے اور نئے انداز فکر نے مقامی رسوم ورواج کو جڑ سے اکھاڑنے میں بڑا مضبوط اور ٹھوس رول ادا کیا نومسلموں کے سامنے توحید کا اعلیٰ تصور ابھرا اور ایک مقتدر اعلیٰ ہستی کا تصور نومسلموں کے یقین کا مرکزی نقطہ بن گیا۔ اسلام ان کے سیاسی سماجی اقتصادی اور روحانی شعبہ ہائے زندگی میں پوری طرح نفوذ کر گیا اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے ان نئے مسلمانوں کو قابل ترین اور بہادر بنا دیا تین سو بیس سالہ مورو، اسپین جنگ نے اس سچائی اور صداقت کو پوری طرح ثابت کر دیا۔

دراصل فلپائن پر اسپین کا قبضہ تاریخ کا ایک المناک حادثہ ہے شاہ اسپین کی طرف سے ایک شخص فرڈ نینڈ ماجیلان کو صرف ۲۵۰ آدمیوں کے ایک دستے اور پانچ جہازوں کے بحری بیڑے کے ساتھ اس مہم پر بھیجا گیا کہ وہ براعظم افریقہ کے جنوبی سرے پر گڈ ھوپ کی بندرگاہ کے ارد گرد چکر لگائے اور نقشے پر ایسے سمندری راستے کی نشاندہی کرے جس کے ذریعے مجمع الجزائر تک پہنچنے میں آسانی ہو مجمع الجزائر میں اسپین کی دلچسپی اس لئے تھی کہ یہاں قیمتی مصالحہ جات بڑی بہتات سے پیدا ہوتے تھے

فرڈ نینڈ ماجیلان اگرچہ قومیت کے اعتبار سے پرتگیزی تھا اور پرتگال کی طرف سے اسے بحیثیت ایک سپاہی ہندوستان روانہ کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے معاوضے پر مطمئن نہ تھا اس لئے اس نے اپنی اصل مہم کو خیر باد کہا اور ہسپانوی نیوی میں ایک کرائے کے سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہو گیا اس نے بہت جلد اپنے آقاؤں کا اعتماد حاصل کر لیا اور اسے اس مہم پر بھیج دیا گیا آدمی چونکہ ذہین تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ سمندر کی وسعتوں میں ایک زبردست طوفان نے اسے راستے سے بھٹکا دیا اور وہ طوفان کی لہروں کے ساتھ بہتا ہوا ۱۶ مارچ ۱۵۲۱ کو لساوا جزیرے کے ساحل پر پہنچ گیا۔

مغربی جائزہ نگاروں نے اس واقع یا مہم کو فلپائن کی دریافت سے تعبیر کیا ہے لیکن ان کا یہ دعویٰ حقیقت کے برعکس ہے کیونکہ لساوا اور اس کے گرد ونواح کے جزیرے فرڈ نینڈ ماجیلان کے ساحل پر اترنے سے بہت پہلے ہی آباد تھے اس مجمع الجزائر کے مختلف جزائر پر قبضے نے علاقے کے معاملات میں خاص کردار ادا نہیں کیا ماکتان کے راجہ لاپو لاپو نے ہسپانیہ کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھنے کے بجائے جنگ وجدل کا طریقہ اختیار کیا اور اپنے علاقے کا ایک انچ ٹکڑا بھی دینے اور اپنی آزادی اور حاکمیت سے دستبردار ہونے سے صاف انکار کر دیا چنانچہ یہ معاملہ آخر کار میدان جنگ میں طے ہوا۔ ہسپانوی بری طرح

اسپین نے فلپائن کو بشمول مورو دو کروڑ ڈالر کے عوض امریکہ کو فروخت کر دیا

تباہ کر دیئے گئے اور راجہ لاپو لاپو نے اپنے ہاتھ سے فرڈ نینڈ ماجیلان کو قتل کیا بہر حال ۱۵۶۵ء میں اسپین کی حکومت نے فلپائن کو ختم کرنے کے لئے سرکاری پالیسی مرتب کی اور ایک مہم میگیول لوپیز لیگازپی کی سرکردگی میں بھیجی جلد آور پانائے کے جزیرے میں لنگر انداز ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے گرد ونواح کے بہت سے جزیروں کو ان کے مقامی سربراہوں سے چھین لیا اس دوران میں لیگازپی نے کچھ فوجی دستے لوزان لبر کی طرف بھیجے جو مسلم مملکتوں کی نشوونما کی کوشش کر رہے تھے راجہ سلیمان منیلا کا حکمران تھا اور راجہ لاکنڈولا ٹنڈو پر حکمرانی کر رہا تھا ہسپانوی فوج کے ایک دستے کی کمان مارٹن گوئٹی کے ہاتھ میں تھی جلد ہی آمنے سامنے مقابلے کی نوبت آگئی اور فضا میں شدید تلخی اور تناؤ پیدا ہو گیا یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا تھا ماضی میں ہونے والے واقعات کی یادیں ابھی تازہ تھیں سقوط غرناطہ کو اگرچہ ۷۵ سال گزر چکے تھے لیکن زخموں سے ابھی خون رس رہا تھا خاص طور پر تیر انداز فوج کی موجودگی سے یہ کیفیت بھیانک ہو گئی تھی حاملین علم اسلام اور اسپین کے فاتحین دونوں مخالف سمتوں سے ایک دوسرے کے گرد حلقے بنانے کے بعد جنگ وجدل کے لئے موزوں وقت کا انتظار کر رہے تھے ایسے نازک لمحات میں راجہ سلیمان نے بہت وضاحت اور بیباکی سے کہا۔

ہم تمام قوموں کے ساتھ دوستی قائم کرنے کے خواہشمند ہیں لیکن انہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ ہم کوئی بے جا زیادتی برداشت نہیں کر سکتے بلکہ اس کے برعکس جو ہماری عزت وآبرو پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا ہم اسے موت سے ہمکنار کر دیں گے۔

اپنے اس قول کی سچائی کے ثبوت میں راجہ سلیمان نے سر جھکانے کے بجائے سر کٹوانے کو ترجیح دی اور غلامی قبول کرنے کے بجائے جام شہادت نوش کیا بنکیان کی جنگ میں وہ بہادرانہ موت سے ہمکنار ہو گیا۔ اس کے بعد صرف گیارہ سال کے عرصے میں لوزان اور وسایاس یعنی شمالی اور وسطی فلپائن ہسپانویوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

بہر حال ان جزائر کے مصالحہ جات کی تجارت پر مکمل اختیار حاصل کرنے کے لئے ڈچوں اور پرتگالیوں کے درمیان شدید عداوت چلی آرہی تھی اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے ہسپانوی حکومت نے ۱۵۷۰ء میں ایک بہت بڑی مہم تیار کی اس کے پیش نظر یہ تھا کہ فریق اول کے ساتھ اتحاد کر کے اس کے حلقہ اثر میں اپنی جگہ پیدا کرے اور یہ اسپین کی خوش قسمتی تھی کہ انہی دنوں برونی کو شکست ہوئی اگرچہ یہ عارضی شکست تھی لیکن اسپین نے بھرپور فائدہ حاصل کیا اور اس کے بعد اسپین کی نگاہیں سولو پر مرتکز ہو گئیں۔ دراصل اسپینیوں کو یہ شبہ تھا کہ برونی اور سولو کی سلطنتیں ان کے خلاف متحدہ تھیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک شادیوں کی وجہ سے دونوں حکمران خاندان خونی اور نسبی رشتہ داریوں میں منسلک تھے لہٰذا اسی سال اسپین نے ایک زبردست مہم تیار کی جس کا مقصد سولو پر حملہ کرنا تھا اگرچہ یہ حملہ کسی حد تک کامیاب تھا لیکن سولو پر قبضہ جمائے رکھنا ان کی استطاعت سے باہر تھا۔ تاہم اسپین کی اس حرکت نے منداناؤ اور سولو عوام کے خلاف جارحانہ عزائم کی نشاندہی کر دی اور اس طرح حکومتی سطح پر اسپین اور مورو جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا اگرچہ یہ جنگ کم وبیش تین صدیوں تک جاری رہی لیکن پھر بھی فیصلہ کن ثابت نہ ہو سکی اور انجام کار اسپین کو یہ سودا بہت مہنگا پڑا تین سو سالہ بے نتیجہ جنگوں کے بعد جس جنگ

نے اسپین کی عزت کو مزید داغدار ہونے سے بچایا وہ ۱۸۹۸ء میں منیلا کی وہ جنگ تھی جو معاہدہ پیرس پر ختم ہوئی اسپین نے فلپائن کو بشمول مورو ۲۰ لاکھ ڈالر کے عوض فروخت کر دیا لہٰذا اس دوران میں گورنر جنرل فرانسکو سانڈے نے شاہ اسپین سے مورو عوام کو غلامی کی زنجیروں میں باندھنے کی اجازت مانگی کیونکہ وہ دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے تھے لہٰذا ان کو یہ اجازت مل گئی اور کپتان ایستان راڈیگیوز کو ان خاص ہدایات کے ساتھ ۱۵۹۹ء میں یہ حکم دیا گیا کہ وہ پہلے سولو کے خلاف اور بعد میں منداناؤ کے خلاف جنگ آزمائی کرے۔

ان ہدایات کے ساتھ جو سلطنت اسپین کی سرکاری پالیسی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ منداناؤ اور سولو کی جنگ میں جو قیامت برپا ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں اکیس دن کے طویل سفر کے بعد کپتان راڈیگیوز اور اس کے ۲۰۰ وحشی سپاہی دریائے منداناؤ کے دہانے پر پہنچ گئے لیکن دریا کی روانی کی مخالف سمت جہازرانی چونکہ بہت کٹھن اور تھکا دینے والا کام تھا کیونکہ لہریں بہت تیز و تند تھیں انہوں نے فوری طور پر جنگ کے لئے صفیں باندھیں اور یہ تقریر کی کہ "اسپین کے سپاہیو! اب ہم اسپین کی نئی سرزمین پر ہیں اس تاریک جنگل کو عبور کرنا اور مسلمانوں سے سکمات حاصل کرنا اور انہیں اپنی رعیت اور غلام بنانا ہمارا مقصد ہے بادشاہ اور اسپین کے نام پر آگے بڑھو!"

اس اعلان کے بعد چند لمحوں میں وسیع جنگل خوفناک جنگ کا اکھاڑہ بن گیا۔ لیکن اسپینیوں کے لئے اس کا انجام بہت ناخوشگوار اور مایوس کن ثابت ہوا۔ کیونکہ منداناؤ کے بہادر مجاہدین میں سے ایک مجاہد کے تیر کی ضرب سے فگیورا تقریباً دو ٹکڑے ہو گیا۔ فگیورا کی موت پر اسپینی بہت غضب ناک ہو گئے اور انتقام کی چیخ و پکار ہسپانیوں کے سب دستوں میں گونج گئی! جب کہ تاریخ کے اس نازک موقع پر سلطان محمد قدرت فرشتہ رحمت بن کر سامنے آیا اور اصل قدرت پر اسپین کی ایسی واضح فتح نے شدید جذباتی کیفیت پیدا کر دی تھی اور محمد قدرت کا جو نعرہ اس نے بلند کیا تھا وہ اب تک فلپائن کے لوگوں کی تقریبات کا ایک لازمی حصہ بنا ہوا ہے اور امر واقع یہ ہے کہ اسپینیوں کے اس بدترین سلوک نے محمد قدرت کے عزائم اور ارادوں کو مزید پختہ کر دیا۔ اور اس نے اسپینیوں سے جنگ لڑنے اور انہیں

سرزمینِ مورو پر فلپائن کا ناجائز اقتدار ۱۹۳۵ء سے شروع ہوتا ہے۔

اپنے ملک سے باہر نکال پھینکنے کا تہیہ کر لیا اس دوران میں اس نے جھیل لیناؤ کے علاقے میں پناہ لی اور وہاں وہ مشہور تقریر کی جس کے ذریعے لیناؤ کے سلطانوں اور داتوؤں کو فیصلہ کن جنگ جاری رکھنے پر اکسایا اس نے کہا۔

اے جھیل کے لوگو تم اپنی قدیم آزادی کو بھول کر اسپینیوں کے غلام بن گئے ہو یہ اطاعت و غلامی سراسر حماقت ہے تم اس چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس اطاعت و غلامی نے تمہیں کن بندھنوں میں جکڑ دیا ہے تم اپنے آپ کو ان غیر ملکی اجنبی لوگوں کے مفاد کے لئے محنت و مشقت کرنے کے لئے فروخت کر رہے ہو ان علاقوں کی طرف دیکھو جو پہلے غلامی کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ چکے ہیں دیکھو یہ کتنی ذلیل صورت حال ہے جس میں ان لوگوں کو مبتلا کر دیا گیا ہے۔ تاگالوگس اور وسیاس کے سرداروں کے حشر سے عبرت حاصل کرو جنہیں کمینے اسپینیوں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے اگر تم ان کے مقابلے میں جوش و ولولہ اور جذبہ جہاد میں بہتر نہ نکلے تو تمہارا حشر بھی ان جیسا ہی ہوگا۔ اور تمہیں بھی جہازوں کو کھینچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جیسا کہ وہ کرتے ہیں لہٰذا انسان بنو فضول بحثیں نہ کرو اس مدافعت میں میرا ہاتھ بٹاؤ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری سلطنت کی تمام قوت تمہاری حفاظت و مدافعت کے لئے وقف ہوگی۔ اگر اسپینی ایک بار کامیاب ہو گئے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک سال کی فصل سے ہم محروم ہو گئے ہیں کیا تم خیال کرتے ہو کہ آزادی کی بقا کے لئے یہ قیمت کوئی زیادہ ہے؟" محمد قدرت کی اس ولولہ انگیز تقریر نے اہل مورو میں جذبہ جہاد بیدار کر دیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے بے شمار معرکے سر کئے جس سے مجبور ہو کر اسپینی حکومت نے مورو عوام سے متعدد امن کے معاہدے

کئے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان معاہدات میں قطعی کوئی خلوص نہ تھا بلکہ یہ صرف وقت مہلت تھا اور وقت آنے پر اسپین نے ان کو ردی کا کاغذ سمجھ کر پھاڑ دیا۔

چنانچہ آگے چل کر ۱۷۵۱ء میں مورو اسپین جنگ ایک بدترین خونی دور میں داخل ہو گئی کیونکہ اسپین حکومت نے ایک شاہی فرمان جاری کیا جسے انفرادی، ذاتی سسٹم سے موسوم کیا جاتا تھا اس فرمان کے ذریعے عام لوگوں کو ذاتی اور انفرادی طور پر مورو عوام کے خلاف مہمیں ترتیب دینے اور منظم کرنے کی اجازت دی گئی تھی یہ ترتیب و تحریص چونکہ بڑی حوصلہ افزا اور نفع بخش تھی! دراصل اس فرمان کی رو سے مورو عوام کے مکمل اخراج ان کی تمام اشیاء کو نذرِ آتش کرنے اور فصلوں اور زرعی زمینوں کو تباہ و برباد کرنے کا اختیار دیا گیا تھا لہٰذا اس فرمان کے ذریعے ان تمام جرائم پیشہ اور خطرناک مجرموں کو غیر مشروط معافی دے دی گئی جو کسی مہم میں شریک ہونا چاہتے ہوں بلکہ ان مہموں میں شرکت کرنے والوں کو خراج سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ لہٰذا اس خطرے اور دھمکی کا مورو عوام پر قدرتی ردعمل پیدا ہوا اور انہوں نے دشمن کا انتظار کرنے کے بجائے اسپینی مقبوضہ علاقوں میں بہت اندر جا کر جوابی حملے شروع کر دیئے اور اس طرح ۱۸۹۸ء میں امریکیوں کی آمد نے تاریخ کو ایک مختلف موڑ پر لا کھڑا کیا۔

فلپائن میں اسپینی استعمار کے آخری دنوں میں معاملات اس کے قابو سے باہر تھے یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ اسپین مورو عوام پر حقیقی فتح حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہا تھا چونکہ مورو عوام اس کے خلاف سخت مزاحمت کر رہے تھے۔ لیکن بعد ازیں ان ناقابل تسخیر عوام کے خلاف امریکہ کی رائفلیں درآمد ہو گئیں کیونکہ اس سے قبل اسپینیوں کے پاس بھی اس نوع کا جدید اسلحہ موجود نہیں تھا۔ لہٰذا اس جدید اسلحے کی آمد کے بعد جنگ کا سلسلہ اور طول پکڑ گیا۔ یاد رہے کہ امریکیوں کی آمد کے وقت تقریباً انیس ہزار مسلح مورو موجود تھے اور بہت سے جزائر اس خطرناک صورت حال سے دوچار تھے اور کوئی مقام بھی غیر ملکی لوگوں کے قیام کے لئے محفوظ نہیں تھا شاید اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سوشس کرسس ناقابل تسخیر ہے۔

بہر حال آگے چل کر ۱۸۹۸ء میں مورو عوام کو بغاوت اور قتل عام کا مرتکب قرار دے کر امریکی بحری افواج بھی اقاعدہ حرکت میں آ گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ قتل عام کا الزام صرف ایک بہانہ تھا ورنہ صحیح صورتحال

باقی صفحہ ۳۹

• ۲۰ مارچ کا مرحلہ بخیر و خوبی گزر گیا

• صدر محترم تو ہمارے آدمی ہیں، یہ پروپیگنڈہ کام نہ آیا

احوال کے گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں ہی ہم نے یہ بات کہہ دی تھی۔ صدر محترم غلام اسحاق خان نے ۲۰ مارچ کو وزیر اعظم کے از سر نو انتخاب کے سلسلے میں قطعی طور پر ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ ۲۰ مارچ کو محترمہ بے نظیر بھٹو کو دوبارہ اعتماد کا ووٹ لینے کی ہدایت نہیں کریں گے تو سو یہ ۲۰ مارچ بھی بخیر و خوبی گزر گیا۔ اور اپوزیشن جو گزشتہ ایک برس سے ۲۰ مارچ کی آس لگائے بیٹھی تھی اس کے ارمان اور حسرتیں بار آور نا کامی پر منتج ہوئیں اور محترمہ بے نظیر بھٹو ۲۰ مارچ گزر جانے کے باوجود بدستور ملک کی وزیر اعظم ہیں اور بحسن و خوبی معاملات چلا رہی ہیں۔ جبکہ اپوزیشن نے اس حوالے سے سیاسی شکست کے بعد اب عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کیا ہے حالانکہ ماضی میں صدر مملکت خود بھی کئی مرتبہ یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ جسے شبہ ہو وہ عدلیہ سے رجوع کرے مگر اپوزیشن والے بے چارے خوش فہمی میں حکومت کا شکار کرتے کرتے خود محرومیوں اور ناکامیوں کا نشانہ بن گئے۔ انہوں نے صدر مملکت سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں وہ حرف غلط کی طرح مٹتی نظر آتی ہیں اور ان کا یہ پروپیگنڈہ بھی ان کے کسی کام نہ آیا کہ "صدر محترم تو ہمارے اپنے آدمی ہیں" مگر صدر مملکت نے اپنے اقوال و افعال سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ نہ تو اپوزیشن کے ممنون منت ہیں اور نہ ہی وفاقی حکومت کے حاشیہ بردار ہیں بلکہ وہ تو ملک کی مجموعی سیاسی و آئینی صورتحال کے مطابق اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہ جمہوری سیٹ اپ کی کامیابی کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ صدر جیسے دانا و بینا شخص سے یہ توقع رکھنا کہ وہ غیر آئینی اقدام کے ذریعے اقتدار کسی دوسرے کی جھولی میں پھینک دیں گے محض وقت کا ضیاع ہے کیونکہ اس سے دل جلوں کی تشفی ممکن نہیں

اسمبلی میں وہ واحد جماعت ہے کہ اپوزیشن نے [illegible] بالآخر عدالت کا رخ کیا ہے۔ اپوزیشن کا مطالبہ نہ صرف یقینی ان کا آئینی حق ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت کو اس حد تک الجھا رکھا جائے کہ یہ ملک و ملت کی کوئی خدمت نہ کر سکے اور [illegible] پیپلز پارٹی پر [illegible] ہے وہ [illegible] اس سے [illegible] اپوزیشن کے [illegible] جمہوری اقدار کے بلند بانگ دعوے تو کرتے ہیں مگر جمہوری انداز اپنانے کو تیار نہیں۔ بلکہ صرف جمہوری اصولوں کی مخالفت [illegible] پیش کر کے حالات و واقعات کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں مگر اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اپوزیشن کے ہاتھ اب خالی ہیں بلکہ اس کے ہاتھوں میں فوری طور پر اقتدار میں آنے کی [illegible]

[illegible]

●●

تبصرہ : محمود حامد آزاد

یہ ہے کہ امریکہ کا اس جارحانہ اقدام کا مقصد اسپین کو شکست اور ناکامی سے بچانا تھا کیونکہ اگر اسپین جنگ کے بغیر یہ آبادی خالی کر لیتا تو اس کی کمزوری ظاہر ہو جاتی لہٰذا یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک مصنوعی جنگ کا ڈھونگ رچایا اور اس کا معاہدہ جس کے مطابق فلپائن کو امریکہ کے ہاتھوں دو کروڑ ڈالر کے عوض فروخت کر دیا گیا تھا کشمیر کے علاوہ یہ دنیا کا دوسرا بدترین معاہدہ تھا جس میں شمولیت انسانوں کو مال کی طرح فروخت کیا گیا یہ الگ بات ہے کہ کشمیری نسبتاً سستے داموں بکے جبکہ یہ سودا کچھ مہنگا تھا۔ الغرض اسپین کے جانشین کی حیثیت سے معاہدہ پیرس کی رو سے فلپائن میں امریکہ کی آمد امریکہ کی ایک زبردستی تھی اور یہ ناقابل تردید

حقیقت ہے کہ تین صدیوں تک فلپائن میں موجود رہنے کے باوجود اسپین نے صرف جزوی فتح حاصل کی تھی [illegible] اس کو فروخت کرنے کا [illegible] اس ملک کا وہ مالک نہیں تھا اس نے کس حق کی بنیاد پر [illegible] انسانوں کے اس ملک کو فروخت کر دیا تھا یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ایک [illegible] کے ساتھ [illegible] کیا جائے گا۔

(جاری ہے)

ابو یاسر اظہر فاروقی

جتنا خوش کرو اتنی گہری چوٹ کرالو

گوجرانوالہ میں لاقانونیت کی انتہا

لاہور سے گوجرانوالہ کے دوران سفر میں فلائنگ کوچ میں ایک مسافر نے ایک واقعہ سنایا کہ وہ راولپنڈی سے بذریعہ بس لاہور آرہا تھا کہ سرائے عالمگیر اور کھاریاں کے درمیان پہاڑی علاقے میں بس میں سوار مسافروں کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں نے لوٹی ہوئی رقم اور اشیاء کا تخمینہ لگایا تو وہ چھ ہزار روپے مالیت کے لگ بھگ تھا۔ ڈاکوؤں نے لوٹی ہوئی رقم اور اشیاء مسافروں کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ ایمانداری سے جس کی جو بھی چیز اور نقدی ہے' وہ اٹھا لے مسافروں نے ڈاکوؤں کی بات سن کر محسوس کیا کہ شاید ان کے دل میں خوف خدا پیدا ہو چکا ہے اور وہ آخرت کے ڈر سے تائب ہو چکے ہیں۔ ایک مسافر نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکوؤں سے پوچھا کہ زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ڈاکو لوٹی ہوئی رقم موقع پر واپس کر رہے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ تو ایک ڈاکو نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ لوٹی ہوئی کل رقم چھ ہزار روپے ہے جبکہ ہمارا ٹھیکہ چودہ ہزار روپے میں ہوا ہے ہم آٹھ ہزار روپے کیا اپنی جیب سے ادا کریں گے؟ ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے لہٰذا ہم نے رقم واپس اس لئے کر دی ہے کہ صبح اخبار کی خبر شائع ہو اور نہ آٹھ ہزار روپیہ ہمیں مزید ادا کرنا پڑیں اس لئے آپ اپنی رقم لے لیں اور چلے جائیں یہ تو ایک مسافر کی داستان تھی جو دوران سفر اس نے راقم کو سنائی مگر گوجرانوالہ میں یہ داستان اس وقت حقیقت بن گئی جب کمشنر ایس ایس پی کی رہائش گاہ کے قریب اور سول لائن تھانہ کے بالکل نزدیک سول لائن میں سیٹھ صابر کی کوٹھی میں صبح دس بجے کلاشنکوفوں سے مسلح پانچ ڈاکو داخل ہوئے اور انہوں نے اہل خانہ سے آٹھ لاکھ روپے کے پرائز بانڈ مانگے [illegible] لاکھ روپے کے بانڈ [illegible] کر ڈاکوؤں نے اہل خانہ [illegible] دیتے ہیں جبکہ ہمارا آٹھ لاکھ کا ٹھیکہ ہوا ہے اس کی ادائیگی کے بعد ہمارا حصہ ہمیں ملے گا۔

جس پر ڈاکوؤں نے مزید ۵ لاکھ روپے نقد پچیس لاکھ کے زیورات دیگر قیمتی اشیاء وغیرہ مالیت پینتالیس لاکھ روپے لوٹ لے جاتے ہوئے ڈاکو سیٹھ صابر کی نئی کار بھی ساتھ لے گئے۔

ڈاکو جس کار میں سوار ہو کر واردات کرنے کے لئے صابر کے گھر پہنچے تھے وہ کار انہوں نے چند روز قبل سٹیلائٹ ٹاؤن کے ڈاکٹر محمد شفیق سے چھینی تھی اور ڈاکٹر شفیق نے کار چھیننے کے خلاف متعلقہ تھانہ میں رپورٹ بھی درج کرا رکھی تھی۔ سیٹھ صابر کے دونوں بیٹے جو واردات کے وقت گھر میں موجود تھے ان کا کہنا ہے ڈاکٹر شفیق کی کار اصل نمبر پلیٹ کے ساتھ ہی ڈاکو یہاں چھوڑ گئے اور ہماری کار ساتھ لے گئے۔

> وزیر اعلیٰ پنجاب کے چہیتے
> رکن قومی اسمبلی
> کی سربراہی میں
> خرد برد ہو رہی ہے۔

اس دلیرانہ واردات کے بعد گوجرانوالہ کے شہریوں صرافوں اور تاجر برادری نے اس کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا۔ اور مظاہرین نے انتظامیہ کی نااہلی کے خلاف شدید رد عمل کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ آٹھ لاکھ کا ٹھیکہ کرنے والا کون ہے اور کون سے ذرائع سے وہ رقم وصول کی جاتی ہے یہ کام تو پولیس کا ہے کہ وہ اس کا سراغ لگائے۔ اگر پولیس کی کچھ مجبوریاں ہوں تو وہ عوام کے سامنے بیان کرے۔ بہرحال لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔ اور اب تو لوگ برملا اس میں پنجاب حکومت کو ملوث کر رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی حکومت شہریوں کی جان و مال اور عزت نفس کا تحفظ نہ کر سکے تو اسے اخلاقی اسلامی طور پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ ڈاکٹر شفیق کی چھینی ہوئی کار اصل نمبر پلیٹ کے ساتھ شہر میں آزادانہ طور پر گھومتی رہی اور سول لائن تھانہ کے قریب اسی کار میں سوار ڈاکوؤں نے سیٹھ صابر کے گھر ڈاکہ ڈالا۔ کیا یہ پولیس کے لئے لمحہ فکریہ نہیں ہے اور عوام میں پولیس کا امیج اسی وجہ سے دن بدن گر رہا ہے۔ اور اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو پھر خانہ جنگی کی فضا قائم ہو سکتی ہے جس سے امن امان تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

گوجرانوالہ میں لاقانونیت کی انتہا ہوتی جا رہی ہے لقمانیہ روڈ کی رہنے والی ایک نورفاطمہ نامی عورت بنک سے بیس ہزار روپے لیکر اپنے گھر جا رہی تھی کہ تین مسلح افراد نے جان سے مار دینے کی دھمکی دی اور اس سے بیس ہزار روپیہ اور طلائی زیورات چھین کر کار میں سوار ہو کر فرار ہو گئے۔

گوجرانوالہ شہر میں اسلامی جمہوری اتحاد کی مکمل گرفت ہے اور دن بدن گوجرانوالہ کے شہریوں کو جدید اسلام سے نوازا جا رہا ہے جدید اسلام کی چھتری کے سائے میں گوجرانوالہ کے شہریوں سے کھلا تمسخر جاری ہے لوگ اس چھتری سے باہر نکلنا چاہتے ہیں مگر انتظامیہ عدلیہ۔ کارپوریشن اور ایم این۔ اے۔ ایم۔ پی۔ اے وغیرہ عوام کو جدید اسلام کے فیوض و برکات سے محروم

نہیں کر رہے ہیں۔

مگر سینئر گوجرانوالہ میں داخلی رہنے کے خود جو کالتی ہے جبکہ گوجرانوالہ کے ریجن کو ہسپتالوں میں بھیجنے کی کوشش کی گئی مریض صحت یابی کی جلدی بڑی اور اس وقت وہ اپنی جگہ ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ جس کی ضرورت ہوتی ہے عوام کی خصوصی ... کا باعث بنے ہوئے ہیں اور ... کے دھرتا ... آپ کو ... ٹھیک ... ہے ہیں شعبہ ایمرجنسی کا ... ڈاکٹر ایک بار متعین ہو جاتا ہے وہ کسی طرح بھی تبدیل ہونے کا نام نہیں لیتا ہے اگر ... کو تبدیل کر بھی دیا جائے تو وہ چند روز بعد شعبے میں آ جاتے ہیں پھر اپنی ڈیوٹی ایمرجنسی وارڈ میں لگوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ریکارڈ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض ڈاکٹر تو کئی سالوں سے اس شعبہ کو موروثی جائیداد سمجھ کر اس پر قابض ہیں اور وہ تعلقات پوری کرنے کے بعد ادھر ادھر گئے اگر پھر شعبہ ایمرجنسی کی جگہ سنبھال لیتے ہیں۔ ادارے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن پر مختلف نوعیت کے الزامات ہیں اور ان کا تقریباً ... نکلا ہے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ایک درجن سے زائد شعبوں میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ عوام کو شکایات شعبہ ایمرجنسی کے ڈاکٹروں سے ہے جن میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ہر ہسپتال میں شعبہ مذکورہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور ہسپتال کی کارکردگی کا انحصار اسی شعبے سے وابستہ ہے کیونکہ ہر آنے والے مریض کو سب سے پہلے اسی شعبہ کے عملے سے واسطہ پڑتا ہے اور لڑائی جھگڑے وغیرہ کے لئے رزلٹ اسی شعبے سے حاصل کرنا پڑتا ہے کیونکہ ملکی قوانین کے مطابق تھانوں میں مقدمات کے اندراج سے قبل میڈیکل رپورٹ لازمی جزو ہے اور کیس کی نوعیت کا انحصار ڈاکٹر کی رپورٹ پر ہوتا ہے اور زیادہ تر رزلٹ حاصل کرنے والے لوگوں کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف پر زیادہ سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے لئے سخت دفعات کا رزلٹ حاصل کرے۔ اور وہ ڈاکٹروں کی مہربانی سے اپنے مخالف کو نیچا دکھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں جن ڈاکٹروں کو کمال حاصل ہے انہیں پرائیویٹ کلینک کھولنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

ہم ڈاکٹر حضرات پر الزام تو عائد نہیں کرتے ہیں تاہم شعبہ ایمرجنسی کے چند ڈاکٹر زخموں کا بیوپار کر کے اس مقدس پیشے کو رسوا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ بعض لوگوں کو تو یہ بھی شکایت ہے کہ زخمیوں کو ان کی خواہش کے مطابق چوٹ کا رزلٹ دیتے ہیں جو ڈاکٹر ... چوٹ کو ... کر کے ... سنگین ... کر کے ... کے ... دے ... خوش کر دیتے ... ذریعہ صرف ... ملزم ... حق ...

گوجرانوالہ سے لاہور ... ہوئے ... پر ... گزشتہ دنوں پولیس پارٹی پر فائرنگ سے ... ہلاک اور ... زخمی ہو گئے تھے اور زیر حراست ملزم کو چھڑا کر لے گئے۔ فائرنگ سے ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی اور لوگوں نے بھاگ کر جانیں بچائیں جبکہ جی ٹی روڈ پر چلنے والی گاڑیوں میں سے کوئی بھی ... نہ رکی۔

زیر حراست ملزم ہدایت اللہ جسے حملہ آور چھڑا کر لے گئے گوجرانوالہ کے مشہور ... مقتول ... سمیت چار افراد کے قتل میں ماخوذ تھا اور اسے سزائے موت ہوئی جو بعد ازاں عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ وہ پولیس پارٹی کے ہمراہ انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت سے تاریخ پیشی بھگت کر آ رہا تھا۔ تفصیلات کے مطابق ملزم ہدایت اللہ ولد کرشن نگر لاہور کا ایک شخص جدید قتل کے ایک مقدمے میں جرم ثابت ہونے کی بناء پر عمر قید کی سزا بھگت رہا تھا اور دستی بم رکھنے کے الزام میں مقدمہ زیر سماعت تھا۔ پولیس پارٹی کے ہمراہ انسداد دہشت گردی لاہور کی ایک عدالت سے تاریخ پیشی بھگت کر وہ آ رہے تھے جب وہ ... کے قریب لب سڑک واقع ہزارہ ہوٹل پہنچے تو ہدایت اللہ ملزم کے اصرار پر پولیس پارٹی وہاں کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئی۔ اسی اثناء میں آٹھ دس افراد کلاشنکوف سے مسلح کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے آتے ہی اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس سے اے۔ ایس۔ آئی محمد الیاس کانسٹیبل محمد سعید، کانسٹیبل شہباز موقع پر ہلاک ہو گئے جبکہ کانسٹیبل مظہر اور ٹرک نمبر ۷۹۹۷ جی۔ ایل ٹی کا کنڈیکٹر خالد شدید زخمی ہو گئے۔ ہوٹل کے مالک شہزاد کے مطابق مسلح افراد جب زیر حراست ملزم ہدایت اللہ کو چھڑا کر کار میں سوار ہو کر بھاگ رہے تھے تو ان کی کار نمبر ۷۵ آئی۔ ڈی۔ سی کا مونکی سے آنے والی ایک ویگن ۸۶۱۵ جی۔ اے۔ اے سے ٹکرا گئی اور اس کا حصہ بالکل تباہ ہو گیا اور ملزمان کلاشنکوفوں کے بل بوتے پر ایک اور ٹویوٹا کار کو روک کر اس میں بیٹھ کر فرار ہو گئے یہاں امر قابل ذکر ہے کہ ملزم جاوید کو ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئی تھیں جبکہ ملزم ہدایت اللہ ہتھکڑی اور بیڑیوں وغیرہ سے آزاد تھا۔ اب تک اکرم چیمہ اور قاری وقار احمد دونوں کی خاندانی دشمنی اور پارٹی بازی کی بھینٹ چڑھ کر چودہ افراد موت کی آغوش میں جا چکے ہیں اور ملزم ہدایت اللہ کا پولیس کی حراست سے فرار ہونا مستقبل کے خطرہ کی علامت ہے لیکن ان ... جماعت دونوں کی ... نہیں ہو سکتے حل ہو گی ... سزا یافتہ ملزم پولیس کی حراست میں ... اور بیڑیوں سے آزاد ... پولیس ... ہتھکڑی اور بیڑیاں ... کھلی تھیں اور ملزم کی حمایت پر پولیس پارٹی نے ... کے قریب ... ہوٹل پر ... کھانے کا ارادہ کیا یہ تمام سوالات ... خاص و عام کی زبان پر ہیں بہر حال پولیس کے ہلاک ہونے والے افراد کو شہادت کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور پولیس کے اعلیٰ حکام نے شہید ہونے والوں کے لواحقین کو تین تین لاکھ روپے ... کا اعلان کیا ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان کے صوبائی سینئر نائب صدر صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی نے ... سے گفتگو کرتے ہوئے کہا حکمران پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کی زبردست خواہش ہے کہ کوئی تیسری جماعت سامنے نہ آئے لیکن ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جمعیت علمائے پاکستان قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا کرتی رہے گی۔ انہوں نے کہا وفاقی اور پنجاب کی حکومتیں دونوں ہی ملکی اور قومی مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں اور اپنے کارندوں کو مالی مفاد پہنچانے کے علاوہ انہوں نے کوئی سنہری کارنامہ انجام نہیں دیا ہے حتیٰ کہ لیبر اور تعلیمی پالیسی بھی واضح نہیں ہو سکی ہے۔ انہوں نے کہا آئی جے آئی سے سودے بازی میں ملوث افراد اپنی کارگزاری کو چھپانے کے لئے جمعیت علمائے پاکستان پر بہتان لگا رہے ہیں کہ جمعیت کسی جماعت کی بی ٹیم ہے حالانکہ ان لوگوں پر جو کسی جماعت کی بی ٹیم ہیں جمعیت سخت اور کڑی گرفت رکھتی ہے صاحبزادہ مشہدی نے کہا جمعیت علمائے پاکستان کسی جماعت کی طرف جھکاؤ کئے بغیر جدوجہد کرتی رہے گی۔

جمعیت علمائے پاکستان ضلع گوجرانوالہ کے صدر مولانا حافظ محمد حمید اختر قادری سیکرٹری جنرل صاحبزادہ غلام رسول اویسی۔ سیکرٹری اطلاعات مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی (راقم الحروف)، نائب ناظم چوہدری محمد سعید شاد صوبائی رکن مجلس شوریٰ اور سٹی کنوینر علامہ مفتی غلام زید ہزاروی ضلعی رکن مجلس عاملہ قاری محمد منیر احمد جماعتی جماعت اہلسنت پاکستان ضلع گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ مولانا اعجاز احمد جلالی انجمن نوجوانان اسلام کے کنوینر محمد عباس نورانی نے ضلع بھر کا تفصیلی دورہ کیا اور جمعیت کی ... بندی آئی جے آئی سے سودے بازی اور مولانا نیازی کے آمرانہ فیصلے سے کارکنان جمعیت کو نہ صرف آگاہ کیا بلکہ ملتان کنونشن میں شرکت کے لئے علماء کرام، مشائخ عظام اور کارکنان جمعیت کو دعوت بھی دی۔

حیدرآباد

محمد حسین قریشی

● حیدرآباد میں خانہ جنگی کا سا سماں

● وزیراعلیٰ کی نئی حکمت عملی کی وجہ سے شہر میں کرفیو نافذ نہیں کیا گیا

19 مارچ ۱۹۹۰ء کو حیدرآباد شہر کے وسط میں مدرسۃ البنات گرلز ہائی اسکول قائم ہے اس دفعہ شہر میں ہنگامہ کا آغاز یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اسکول میں لڑکیوں کے درمیان لسانیت کی بنیاد پر جھگڑا ہوا، جس میں سندھی بولنے والی ۸ لڑکیوں نے ایک اردو بولنے والی لڑکی کو شدید زدوکوب کیا۔ اسکول کی انتظامیہ یہ سارا تماشہ دیکھتی رہی، اردو بولنے والی لڑکی کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے، ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا ایسی نازک صورتحال میں بھی، اسکول کی پرنسپل رشیدہ ہیرانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی متعصب خاتون ہیں اور جس کا عملی ثبوت انہوں نے یہ دیا کہ اردو بولنے والی لڑکی فرحانہ کو اس حالت میں بھی دیکھ کر ترس نہ آیا بلکہ انہوں نے انتہائی شدید غصہ کے عالم میں اس لڑکی کا منہ نوچ لیا۔ ساتھ ہی کھڑی ہوئی ایک اور لیڈی ٹیچر مس منیرہ جنہوں نے لڑکی کی یہ حالت دیکھ کر فوراً "جملہ چست کیا" کہ اچھا ہوا' جو مہاجروں کے ہوش ٹھکانے آئے" مزید اس لڑکی کو ہی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہ ان سندھی لڑکیوں سے کیوں لڑیں، جبکہ سندھی لڑکیاں اس لڑکی کی پٹائی کے بعد نعرے لگاتی ہوئیں پرنسپل کے پاس پہنچیں جنہیں حفاظت کے ساتھ اسٹاف روم میں بٹھا دیا گیا۔ لڑکی کی نازک صورتِ حال کے پیش نظر، کسی طرح اس کو، اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔

بتایا جاتا ہے کہ لڑکی کو فوراً طبی امداد کے لئے اسپتال لے جایا گیا۔ دوسرے دن یہ اطلاع ملی کہ لڑکی کے دونوں گردے خراب ہوگئے، مگر چونکہ ۲۰ مارچ کی عام تعطیل تھی جس کی وجہ سے کوئی ردعمل نہیں ہوسکا، آخر ۲۱ مارچ کو صبح سے ہی اس افواہ نے گشت کیا کہ لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے۔ جیسے جیسے افواہ پھیلتی گئی شہریوں میں اشتعال پھیلتا گیا، آخر مسلح افراد اسکول تک پہنچ گئے، مبینہ طور پر کہا جاتا ہے کہ وہاں متعصب، پرنسپل نے پہلے ہی قلعے نما سندھ کے لڑکوں کو بٹھایا ہوا تھا مشتعل عوام جب اسکول تک پہنچے تو فائرنگ کا زبردست تبادلہ ہوا، اسکول انتظامیہ کی مدد کے لئے منتظم فورسز بھی وہاں پہنچ گئیں۔ آخر زبردست طریقہ پر فائرنگ ہوتی رہی۔ آخر پورے شہر میں خبر عام ہوگئی اور شہریوں نے احتجاجاً اپنا کاروبار ازخود بند کردیا۔

۲۱ مارچ ۱۹۹۰ء کی رات، حیدرآباد کی تاریخ میں انتہائی بھیانک رات سمجھی جائے گی، اس لئے کہ اس چار سالہ دور میں خون ریزی اور دہشت گردی کے واقعات تو اب عام سی بات ہوکر رہ گئی ہے مگر اس رات، اتنی زبردست فائرنگ ہوئی کہ شاید کبھی نہ ہوئی ہو۔ اسلحہ کا عام استعمال ہوتا رہا۔ اور کوئی جگہ، کوئی راستہ محفوظ نظر نہیں آتا تھا۔ انتظامیہ بالکل لاپتہ قانون نافذ کرنے والے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورے شہر کو مسلح افراد کے حوالے کرکے کہیں آرام کی نیند سو رہے ہیں اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

اخباری اطلاع کے مطابق ۹ افراد ہلاک اور ۲۷ زخمی ہوگئے جبکہ مبینہ طور پر بتایا جاتا ہے کہ یہ اعداد و شمار غلط ہیں۔ کیونکہ اس دفعہ نئی چیز دیکھنے میں آئی جس سے یہ اندازہ لگانا قطعی غلط نہ ہوگا کہ آپ اسے "خانہ جنگی" کا آغاز کہیں۔

ایک صاحب جن کا تعلق لیاقت کالونی سے تھا وہ اپنے دو معصوم بچوں کے ساتھ ہنڈا 50 سی سی پر نہاری لینے کے لئے گیا تھا، واپسی پر ٹنڈو ولی محمد جہاں پرانے سندھی حضرات کی تعداد زیادہ ہے۔ تین دہشت گردوں نے اسلحہ کا استعمال کرکے اس کو وہیں ہلاک کردیا۔ دو معصوم بچے جو اس کے ساتھ تھے وہ زخمی ہوگئے اور رات گئے تک وہ دو معصوم بچے اپنے والد کی لاش کے ساتھ بے ہوش پڑے رہے ہلاک کرنے والے اسکوٹر بھی ساتھ لے گئے۔

دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کو دہشت گرد سرے گھاٹ سے گھیر کر لائے، جس غالباً A.I.ع سے تعلق تھا، نوجوانوں کا یہ خیال تھا کہ یہ مخبری کی غرض سے یہاں آیا تھا، اس کو مارکیٹ چوک پر لاکر گولی ماردی گئی، جس کی لاش سڑک پر پڑی تڑپتی رہی مگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرنے کو تیار نہیں تھا۔

جہاں شہر میں ایسی صورت حال تھی وہاں سول انتظامیہ خاموش، اور ہمارے سندھ کے نئے وزیراعلیٰ کی نئی حکمت عملی جو سننے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ شہر میں کتنی ہی قتل و غارتگری کیوں نہ ہو، کرفیو کا نفاذ نہیں ہوگا، شاید انہوں نے کرفیو کے نفاذ کو اپنی حکومت کی اعلیٰ کارکردگی کے خلاف سمجھا ہے مگر ۲۲ مارچ کو شہر کرفیو سے زیادہ خوفزدہ معلوم ہورہا تھا۔ اور شہریوں نے ازخود اپنی حفاظت کے لئے کرفیو نافذ کرلیا تھا۔ یہی صورت ۲۳ مارچ یوم پاکستان کو رہی، جو کہ تجدید عہد کا دن تصور کیا جاتا ہے مگر حیدرآباد کے شہریوں کے لئے "یوم حساب" معلوم ہوتا تھا۔ ۲۳ مارچ کی شام ۵ بجے سے ہی شہر کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہر میں کوئی ہے ہی نہیں۔ گلی، کوچے، سڑکیں سب ویران تھے کبھی کبھی کوئی رکشا یا گاڑی کی آواز سننے میں آتی تھی۔ حیدرآباد آسیب زدہ علاقہ معلوم ہوتا تھا رات کی تاریکی میں صرف عمارتیں ہی عمارتیں نظر آتی تھیں جو شکوہ کررہی تھیں، اور کہہ رہی تھیں کہ آج ۲۳ مارچ ہے، آج تو ہمیں روشنیوں سے منور ہونا چاہیے تھا مگر اس خاموشی اور تاریکی کو دیکھ کر اپنے محترم دوست محسن بھوپالی کا یہ شعر یاد آنے لگا۔

؎ زیست ہمسائے سے مانگا ہوا زیور تو نہیں
ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے کھو جانے کا

آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز یا شیو مندر

فرقہ پرست ہندوؤں کی ایک اور گھناؤنی سازش

تحریر: عبدالجبار رحمانی ممبر مشاورتی بورڈ ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بھارت

بھارت کی کانگریس سرکار نے بھی سابقہ راجیو کانگریس سرکار کی طرح مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی ایسی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جیسے اور بابری مسجد کی جانب سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لئے فرقہ پرست ہندو لیڈروں کے ذریعہ بلک ایشیا دہلی بھارت کی ایڈیٹر پرتما چترویدی نے جنوری ۹۹ کی اشاعت میں اپنے مضمون میں سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی المعروف غریب نوازؒ کے آستانہ مبارک اجمیر شریف کو شیو مندر قرار دے دیا اور اُن کی ذات مبارکہ پر بھی رکیک الزامات لگائے جس نے عالم اسلام کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ گزشتہ ماہ ہمارے ممدوح محترم جمیل احمد قادری کی معرفت ہمیں بلک ایشیا دہلی جنوری کا شمارہ موصول ہوا جس میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی درگاہ شیو مندر ہے" کی سرخی پڑھتے ہی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ ذہن کے تار ڈھیلے پڑنے لگے۔ قوتِ بصارت جواب دینے لگی۔ کافی دیر تک حیرت و استعجاب سے یونہی ورق گردانی کرتا رہا اور تاریخ کے واقعات پر بہ انداز تخیل کو اُڑان کی دعوت دیتا رہا۔

جب گزشتہ واقعات کی روشنی میں قلب کو قدرے سکون نصیب ہوا تو پھر اس ناپاک مضمون پڑھنے کی میں نے ہمت کی۔ جب میں نے پورا مضمون بنظر عمیق پڑھ دیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ ہندوستانی پرتما چترویدی کو فرقہ پرست عناصر نے اپنے لئے آلہ کار تجویز کر کے زر خرید لونڈی بنا کر چند ٹکوں کے لئے اسے ایسا زہر اگلنے پر مجبور کیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی توجہ بابری مسجد سے ہٹ کر خواجہ غریب نوازؒ کی طرف مبذول ہو جائے لیکن نام نہاد ہندوستانی کو معلوم ہی نہیں کہ خواجہ صاحبؒ سے عقیدت رکھنے والے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ پاکستان و ہندوستان کی تمام قومیں ان سے حد درجہ عقیدت رکھتی ہیں جبھی تو ایک انگریز نے ہندوستان کے سفر سے واپسی کے بعد کہا تھا کہ "ہندوستان پر مٹی کی ایک قبر حکمرانی کرتی ہے۔"

اس صورتحال میں پرتما صاحبہ کا اس گھڑت مضمون تیار کرنا، خود ساختہ عبارتوں سے تاریخ ہند کا گلا گھونٹنا اور کسی بھی دعوے اور واقعات کا کوئی تاریخی ثبوت حوالے کی روشنی میں نہ پیش کرنا، یہ تمام باتیں اس امر کی غمازی کر رہی ہیں کہ چترویدی صاحبہ کو فرقہ پرستوں نے یقیناً بلیک میل کیا ہے، ورنہ ایسی جرأت و ہمت کوئی بھی ہندوستانی نہیں کر سکتا۔ میڈم نے خریات اور خرافات سے کاغذ کی سفیدی کو سیاہی میں تبدیل کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے جو نہایت ہی جاہلانہ متعصبانہ اور شاطرانہ کردار ہے لیکن ہمیں اُن کی نازیبا حرکت پر اتنی حیرت نہیں، جتنی کہ حکومت ہند کی سرد مہری اور خاموشی پر ہے۔ کیونکہ ایسے واقعات پیہم و بیش برابر ہوتے چلے آرہے ہیں۔ مسٹر راجیو گاندھی کے دور میں جو بڑا صاحب نے قرآن مقدس کے خلاف کورٹ کی تھی اور نہایت ہی گھناؤنا کردار پیش کیا تھا، یہی نہیں بلکہ اس عظیم ترین کتاب پر پابندی عائد کرنے کے لئے کورٹ میں پیٹیشن داخل کی گئی، مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی گئی، داڑھی پر پابندی کا منصوبہ تیار کیا گیا، اذان پر بندش لگانے کی ناکام کوشش جاری رہی، بابری مسجد کا تالا کھولا گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی۔ ماتی اور توہین آمیز عبارتوں پر مشتمل پمفلٹ چھاپ کر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی۔ جب ان تمام ہتھکنڈوں سے مسلم کش فرقہ پرست عناصر اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو اب ایسی شخصیت کو چنوتی دی جا رہی ہے جو ہندو مسلم دونوں کے نزدیک قابل عزت اور لائق احترام ہیں۔

> **"بُلک ایشیاء" کا ڈیکلریشن منسوخ کیا جائے تاکہ دوسرے اخبارات و رسائل کو درسِ عبرت ملے۔**

صرف یہی نہیں بلکہ ان کی ذات اعلیٰ صفات عالمی شہرت کی حامل ہے اور وہ ایسی شکتی کے مالک ہیں جن کے سامنے راجہ پرتھوی راج جیپال جوگی نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اور وہ ایسی باکمال شخصیت ہیں کہ جنہوں نے پورے انا ساگر کا پانی ایک کوزے میں جمع کر لیا لہٰذا ہمیں اُن کے مزار کی حفاظت کے لئے سوچنا ہی نہیں ہے کیونکہ ہم خود ان کی حفاظت میں ہیں۔ البتہ ہمیں زہر افشانی کرنے والے افراد اور مسلم کش برادری کے لئے سوچنا ہے اور دستور ہند میں دیئے گئے مراعات کے لئے حکومت ہند سے شکوہ ہے کہ آخر مسلمان کب تک خون کے آنسو روتے رہیں گے؟ اور اپنی درد بھری کہانی سے ارکانِ حکومت کو آشنا کراتے رہیں گے۔

کیا حکومت کو اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ ایسی زہر افشانی کیوں ہو رہی ہے؟ اسی زہر افشانی کا نتیجہ ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں برآمد ہوا اور پورا ہندوستان آگ کے شعلوں میں دہکتا ہوا نظر آیا۔ اب تک تو مسلمان کانگریس کی حکومت کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنے ضمیر کو تسلی دے رہے تھے کہ کانگریس پارٹی کی یہ عادت قدیمہ رہی ہے کہ در پردہ رہ کر اس نے مسلمانوں کو بیزار کرانے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ اسی لئے مسلمانوں

نے سمجھ لیا تھا کہ کانگریس حکومت تعصب اور تنگ نظری کا شکار رہی ہے اس لئے سوتیلا پن برت رہی ہے۔ آخر وقت آنے پر مسلمانوں نے اسے ایسی شکست دی کہ وہ چاروں خانے چت ہو کر گری۔ اس وقت اسے گرانے کا کردار یاد آرہا ہے کہ ہم نے یقیناً طرفداری سے کام لیا تھا۔ جس کا نتیجہ اب افسوس اور ندامت کے علاوہ کچھ بھی نہیں لیکن اب وہ پارٹی برسر اقتدار ہے جو صرف مسلم ووٹوں کی بنیاد پر پارلیمنٹ کی زینت بنی جس کا اقرار خود پارٹی کے نیتاؤں نے بارہا کیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس پارٹی سے بڑی امید وابستہ ہے کہ موجودہ حکمراں پارٹی یقیناً ہمارے مسائل کے لئے ہمدرد ثابت ہوگی اور کوئی مناسب لائحہ عمل تیار کرے گی۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ ہمارے مسائل کو کس انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ہم موجودہ حکمراں پارٹی کی توجہ صرف بلک ایشیا کی ایڈیٹر پنڈتائی برتا چترویدی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ شریمتی برتا چترویدی صاحبہ نے ۱۶ تا ۲۱ جنوری سنہ ۹۰ء کے شمارے میں جس بے باکی اور بے حیائی سے سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی شان میں گستاخی اور زہر افشانی کی ہے وہ قابل بیان نہیں بہرحال یہ بات بھی واضح رہے کہ خواجہ صاحب کی ذات صرف مسلمانوں ہی کے لئے عزت و لائق احترام نہیں بلکہ ہندو لوگ بھی ان کو بڑی نسبت و عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ شریمتی اندرا گاندھی نے ہمیشہ ان کے مزار اقدس پر عقیدتوں کے پھول چڑھائے اور انہی کے در کی بھیک سے عرصہ دراز تک وزارت عظمیٰ کا عہدہ بڑی مستعدی سے سنبھال رکھا تھا اور انہی سیاست کا لوہا سیاستداں طبقہ سے منوا لیا تھا۔ یہی حال مسٹر راجیو گاندھی کا بھی رہا کہ ایک پائلٹ سے وزیر اعظم بن گئے جبھی تو ہر سال چادر پوشی کرتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ وزیر اعظم راجہ وشوا ناتھ پرتاپ سنگھ بھی خواجہ غریب نواز سے کافی عقیدت رکھتے ہیں۔ وزیر داخلہ مفتی سعید صاحب کا تو پوچھنا ہی کیا کیونکہ وہ تو مسلمان ہی ٹھہرے۔

لہٰذا بھارت کی موجودہ حکومت سے ہم پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ برتا چترویدی کو اس نازیبا حرکت پر ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے اور ہمیشہ کے لئے ہندو مسلم کھائی پیدا کرنے کی سازش کرنا بھول جائے اور ساتھ ہی ساتھ بلک ایشیا کا ڈیکلریشن منسوخ کیا جائے تاکہ اس سے دوسرے اخبار و رسائل، میگزین وغیرہ کو درس عبرت ملے اگر حکومت ہند نے فوری طور پر کوئی مناسب کارروائی نہ کی تو اس کے بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں۔

جو سیاست میں ہوں حق گو اسے جھوٹا کہیئے

شیریں فرہاد کو اور قیس کو لیلیٰ کہیئے
کہیئے جو کچھ بھی وہ اس دور میں اُلٹا کہیئے

دن کو رات اندھیرے کو اُجالا کہیئے
ماہ خورشید درخشاں کو بھی اندھا کہیئے

جھوٹے اقوال کو نیتاؤں کو سچا کہیئے
جو سیاست میں ہوں حق گو اُسے جھوٹا کہیئے

رہزنی جس کا ہو پیشہ اسے نیتا کہیئے
اور لیڈر جو کھرا ہو اُسے کھوٹا کہیئے

پارسا کو رند تو پنڈت کو مُلا کہیئے
عابد گوشہ نشین کو سگِ دنیا کہیئے

ہو اگر ہاتھ میں دیپک ید بیضا کہیئے
اور ہامان کو فرعون کو موسیٰ کہیئے

جو ہو راشی اسے عقل کا اندھا کہیئے
کھیل سمجھے جو غنی کو اُسے دانا کہیئے

ہاں میں ہاں جو بھی ملائے اسے اعلیٰ کہیئے
صاف گو جو ہو انہیں لرزاں و ادنیٰ کہیئے

جو بھی اپنا ہو اسے عرش کا تارا کہیئے
ہو وہ کم علم بھی تو علم کا دریا کہیئے

کہیئے صحرا کو چمن، باغ کو صحرا کہیئے
خار کو پھول مگر پھول کو کانٹا کہیئے

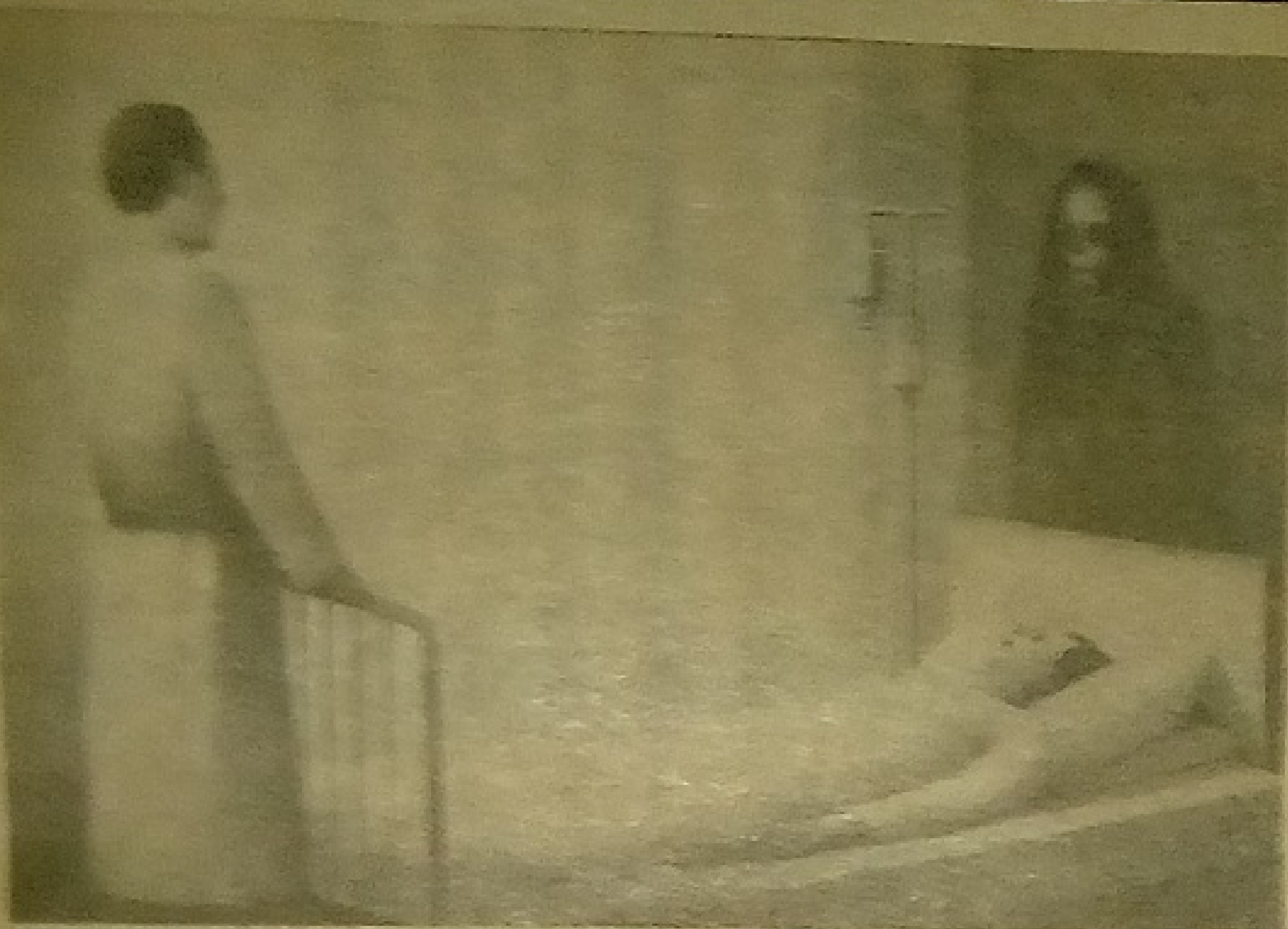
دولت غیر کو میراث کا حصہ کہیئے
مالِ اوقاف کو اپنا کہیئے

شیخ کے منہ سے جو نکلے اسے فتویٰ کہیئے
گر وہ سونا کہے مٹی کو تو سونا کہیئے

جس سے چہرہ ہو نمایاں اسے برقع کہیئے
بے حجابی بھی اگر دیکھئے پردہ کہیئے

ہر گراں مال کو بازار کے سستا کہیئے
ہو ملاوٹ بھی کسی شے میں تو اچھا کہیئے

مختصر یہ کہ دنیا کو تماشہ کہیئے
مصلحت جیسی ہو جس وقت کی ویسا کہیئے



موت سے پہلے موت کا فیصلہ

امریکی عدالتوں کو دلچسپ مگر تکلیف دہ مقدمات کا سامنا

جینیٹ ۲۲ سالہ نینسی کروزان کے والدین کے بقول نان کی بیٹی نے اپنی ماں کو گزشتہ سات سال سے پیار کیا ہے نہ ہی کھڑکی کے باہر جھانکا ہے۔ نہ ہی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلی ہے۔ الغرض اس سات سال کے عرصہ میں نینسی نے کچھ بھی تو نہیں کیا۔ جب سے ایک سرد رات کو کار کے ایک حادثہ میں وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس وقت سے وہ بے حس و حرکت ہسپتال کے بستر پر پڑی ہے اور اس کی مٹھیاں بند ہیں۔ اس کی ماں کا کہنا ہے کہ اس کی بیٹی کو یہ صورت حال ہرگز پسند نہ ہوگی۔ کافی وقت گزر گیا ہے اب اس کے والدین ناامید ہیں کہ ان کی بیٹی کبھی بھی صحتیاب ہو سکے گی۔ اگر وہ چاہیں تو کسی بھی رات کو اپنی بیٹی کے جسم سے وہ ٹیوب علیحدہ کر سکتے ہیں جس سے اسے غذائیں پہنچائی جاتی ہیں اور جاری کے تاریخ دیکھیں تو ظاہر ہے کہ اس کی موت کی شکل میں ظاہر ہوں گے لیکن ایسا کرنے سے پہلے انہوں نے امریکہ کی عدالت عالیہ سے درخواست کی ہے کہ انہیں اپنی بیٹی کی زندگی کو ختم کرنے کی اجازت دی جائے

کروزان کی یہ درخواست اپنی نوعیت کا اہم مرنے کا حق سے متعلق عجیب و غریب مقدمہ ہوگا بلکہ اس کارروائی کے دوران طب کے حوالے سے سنسنی خیز معلومات زیر بحث آئیں گے۔ ڈاکٹروں کے مطابق نینسی ابھی مری نہیں ہے۔ وہ اسی حالت میں تیس سال اور زندہ رہ سکتی ہے۔ وہ جاگ رہی ہے مگر بے خبر ہے۔ اس لئے ڈاکٹروں کے خیال میں اسے کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا تاہم اس کے والدین مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور انہیں یقین ہے کہ ان کی بیٹی ایسی حالت میں زندہ رہنا نہ چاہتی ہوگی اور اسی لئے انہوں نے عدالت سے رجوع کیا ہے کہ انہیں ان کی بیٹی کے جسم سے غذا پہنچانے والی ٹیوب ہٹانے کی اجازت دے دی جائے تاکہ ان کی بیٹی اس عذاب سے نجات پا جائے۔ اب عدالت یقیناً اس امر پر غور کرے گی کہ کیا وفاقی آئین میں شخصی آزادی سے متعلق کوئی ایسی بات شامل ہے کہ شدید

ترجمہ : فدا الحسن رضوی

تکلیف میں مبتلا مریض جس کی صحتیابی کی کوئی امید نہ ہو اپنی رضا و رغبت سے فوری نجات کے لئے اپنے آپ کو موت سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

ایسے مقدمات جن کا تعلق افراد کی نجی زندگی سے ہوتا ہے عدالت کے لئے ان کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بحث کا موضوع بن جاتے ہیں۔ نینسی کی طرح امریکہ میں دس ہزار اور مریض ہیں اور ان کے خاندان بھی اس مقدمہ کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ بہت سے امریکی باشندوں کے خیال میں کسی خاندان کے نجی المیہ کو کسی سماجی طبقہ کا موضوع بحث نہ بنانا چاہئے دیکھنا یہ ہے کہ سیاستدانوں یا عدالتوں کو دخل اندازی کرنا چاہئے۔ نینسی کی طرح کرسٹینی بھی تین سال سے ہسپتال میں بے ہوش پڑی ہے۔ وہ بھی ایک کار کے حادثہ میں زخمی ہو گئی تھی اس کے والدین کا کہنا ہے کہ یہ انفرادی حق ہے۔ انہوں نے نینسی کے والدین کو مشورہ دیا ہے کہ بیٹی کو اسی حالت میں عدالت عالیہ میں لے جاؤ اور پھر پوچھو کیا وہ اس طرح زندہ رہنا پسند کرے گی۔

امریکہ کے چند شہروں میں اس موضوع پر گزشتہ ماہ "ٹائم" نے رائے شماری کرائی اور سوال پوچھا کہ فیصلہ کا حق کس کا ہے مریضوں کی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ ان کا جن کو امید نہ ہو اور مریض خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مریضوں کے خاندان والوں کو فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہئے۔ اس کا فیصلہ اس کے عزیز و اقارب یا ڈاکٹر کر سکتے ہیں یہ نہ قانون داں حضرات۔

کیا اس فیصلہ کا جواب یہ تھا کہ اگر کوئی مریض بے ہوش ہے اور اس نے اپنی زندگی میں کوئی وصیت کی ہے تو ڈاکٹروں کو یہ اجازت ہونا چاہئے کہ وہ عارضی طور پر زندہ رکھنے والی تدابیر ختم کر دیں اور سات دن فیصلہ کا یہ بھی تھا کہ ایسے موقعوں پر ڈاکٹروں کو یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ مریض کو زہر کا انجکشن دیں یا زہر کی گولی دیں تاکہ اس کی تکلیف کا فوراً خاتمہ ہو جائے۔

ایک دوسرا طبقہ جو اپنے دوسروں کے حق کا علمبردار ہے موت سے پہلے موت کا فیصلہ دینے کے سخت خلاف ہے اور اس سے نہ صرف نجی فیصلے متاثر ہوتے ہیں بلکہ ملکی حکومت بھی غور و فکر میں مبتلا ہے۔ امریکہ کی چار ریاستیں اور کولمبیا کے باشندوں کو قانونی طور سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی میں وصیت کر سکیں کہ ان کی زندگی کے

آخری دنوں میں ان کا کس طرح علاج معالجہ کرایا جائے۔

گزشتہ ماہ نیویارک کی عدالت عالیہ نے ایک ہسپتال کا مقدمہ خارج کر دیا جو اس نے اس مریض کے خاندان والوں پر دائر کیا تھا جو وہاں دو سال سے زیادہ عرصہ تک بے ہوش پڑا رہا تھا اور خاندان والے ہسپتال کا بل نہ ادا کرتے تھے خاندان والوں کا بیان تھا کہ انہوں نے ہسپتال والوں سے کہا تھا کہ وہ مریض سے کھانا پہنچانے والی ٹیوب الگ کر دیں۔ اسی طرح تین جوان بیٹوں نے اپنے باپ کے منہ سے سانس لینے والا مصنوعی آلہ الگ کر دیا اور وہ فوراً مر گیا لیکن عدالت نے انہیں اس بناء پر کوئی سزا نہ دی کہ لڑکوں کے بقول ان کے باپ کا دماغ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔

اس وقت مریضوں اور ان کے خاندان والوں کو جو مسئلہ درپیش ہے وہ صرف اخلاقی نہیں بلکہ طبی، مالی، قانونی اور مذہبی نوعیت کا بھی ہے۔ شدید علالت کے آخری دنوں میں جب صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو اور دوا علاج سے صرف زندگی کو عارضی طوالت مل رہی ہو۔ خاندان والے کب علاج معالجہ ختم کر دیں؟ یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے۔ اس بحث میں ماہر قانون اور ماہر اخلاقیات الجھ جاتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ "موت خود اختیاری" کا حق ہونا چاہئے یا یہ ایک جرم ہوگا۔ عام فہم زبان میں اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوگا کہ دادی اماں کا علاج کرایا جائے یا بچوں کو تعلیم دلائی جائے۔ ایسے موقع پر کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

فیصلہ کرنا صرف مریض کے خاندان والوں کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اب ڈاکٹروں کو بھی یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جب طب اتنی ترقی کر گئی ہے وہ کب یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ اب مریض ناقابلِ علاج ہے اور مریض کو مر جانے دیں یا اس کی موت کو قریب لانے میں معاون ہوں۔ ان کا فرض تو مریضوں کی جان بچانا ہے نا کہ مریضوں کی جان لینا۔ ماہر اقتصادیات کچھ اور ہی حساب کتاب کر رہے ہیں۔ ایسے زمانے میں جب بچوں کی شرح اموات افسوسناک حد تک بڑھ گئی ہے اور صحت کے انتظامات دگرگوں ہیں یہ کہاں تک حق بجانب ہوگا کہ ایک عام شخص کی بے ہوش مریض کو زندہ رکھنے کے لئے ہر سال کثیر رقم خرچ کرے۔ قانون ساز ادارے ایسے قوانین وضع کرنے کی کوشاں ہیں جس سے انسانی زندگی کو تحفظ حاصل ہو اور مختلف افراد کی ذاتی پسند کو بھی ٹھیس نہ پہنچے یا عالم دین اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ اگر ہم انسانی زندگی کا خاتمہ

اپنے ذمہ لے لیں تو پھر ایسی زندگی کی وقعت کیا رہ جائے گی

علم طب کا پہلا کلیہ یہ ہے کہ اطباء کا اولین فرض مریضوں کو شفا دینا اور ان کی خدمت کرنا ہے۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مریضوں کی صحیح طور پر دیکھ بھال اور علاج کریں اور اگر وہ انہیں شفا نہ دے سکیں تو نقصان تو نہ پہنچائیں لیکن ایسے مریض جن کا شفایاب ہونا ناممکن ہے۔ ڈاکٹروں کو ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ ان کا فرض ان کی جان بچانا ہے یا انہیں مر جانے دینا تاکہ وہ ان کے اہلِ خاندان ہمیشہ کے لئے مصیبت سے آزاد ہو جائیں۔

ایسے موقعوں پر اطباء جو بھی قدم اٹھاتے ہیں ان کا انحصار مریض کے حالات پر ہوتا ہے۔ مریض موت سے کتنا دُور ہے؟ مریض کی تکالیف کتنی شدید ہیں؟ مریض کی اپنی کیا مرضی ہوتی ہے؟ کیا مریض یہ چاہتا ہے کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے یا وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے مار



نا قابلِ علاج مریضوں کا علاج کرنا قومی دولت کو ضائع کرنا ہے۔

دیا جائے؟ کیا وہ اس حالت میں ہے کہ اپنے متعلق کوئی معقول فیصلہ کر سکے؟

ڈیکس گیس کے ایک حادثہ میں بُری طرح جل گیا۔ اس نے ایک راہگیر سے درخواست کی کہ وہ اپنی بندوق اسے دیدے تاکہ وہ اپنا خاتمہ کر لے۔ ہسپتال جاتے وقت اس نے ڈاکٹروں سے التجا کی کہ اسے مر جانے دیں۔ کئی ہفتے اس پر نزع کا عالم طاری رہا۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اس نے اپنی مرضی کے خلاف انتہائی تکلیف دہ علاج کی سختیاں برداشت کیں۔ اس کی داہنی آنکھ نکال لی گئی۔ اور کئی انگلیاں کاٹ دی گئیں اور بائیں آنکھ بر ٹانکے لگے۔ اس کی تکالیف اور احتجاج ناقابلِ بیان تھے۔ ایک رات اس نے کھڑکی سے کود کر جان دینے کی کوشش کی لیکن بروقت پکڑا گیا۔

یہ واقعہ ۱۷ سال قبل کا ہے۔ آج ڈیکس ایک قانون دان ہے۔ شادی شدہ ہے اور اپنے پیشہ میں کامیاب زندگی گزار رہا ہے لیکن آج تک وہ یہی دلیل دیتا ہے کہ ڈاکٹروں نے اس کے حقوق کی پاسداری نہ کی اور اس کی مرضی کے خلاف اس کا علاج کیا۔ اس کا کہنا ہے کوئی ذہین سے ذہین ڈاکٹر بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کا مریض کتنے درد اور کرب میں مبتلا ہے اور کیا وہ اسے برداشت کر سکتا ہے یا یہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہے اور میں اُس وقت اپنی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تھا" اب بھی وہ اس سے شدید آزردہ ہے کہ بیچارے مریضوں کو جو مرنے کی التجا کرتے ہیں زبردستی زندہ رکھا جاتا ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ جب مریض اتنے شدید درد میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ اپنے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کے اہل نہیں رہتے۔ اس وقت درد ہوتا ہے اور جب درد کو کم کرنے کے لئے خواب آور دوائیں دی جاتی ہیں تو وہ دوائیں بولنے لگتی ہیں۔ مریض خود تو لاچار ہوتا ہے۔

ڈیکس کے علاج میں ڈاکٹروں کی انسانی ہمدردی کار فرما تھی اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کی خواہشات کی پرواہ نہ کی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ صحتمند ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس کے صحتمند ہونے کے امکانات نہ ہوتے تو کیا پھر بھی ڈاکٹروں کو اس کا علاج کرنا چاہئے تھا۔ موجودہ

دور میں جب کسی مریض کے آخری دن قریب ہوں اور اس کی اپنی مرضی بھی ہو تو اکثر ڈاکٹر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے مریضوں کا زیادہ علاج کرنا جن کے صحتیاب ہونے کی امید نہ ہو اطباء اسے بیکار اور غیر انسانی سمجھتے ہیں۔ اکثر مریض جو مرنے کے قریب ہوتے ہیں انہیں اس کا احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ کچھ دن کے لئے بچ بھی گئے تو وہ زندگی کس قسم کی ہوگی۔ اس لئے وہ خود مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسا فیصلہ کرنے کے بعد وہ عزت و وقار کے ساتھ مرنا پسند کرتے ہیں تاکہ ہسپتال میں ڈاکٹروں اور تیمارداری کرنے والوں پر بوجھ نہ بنے رہیں۔ عقیدے کے پکے کچھ مریض جو صحتیابی سے مایوس ہو جاتے ہیں ہسپتال چھوڑ کر اپنے گھر آجاتے ہیں اور وقتی طور پر درد دُور کرنے والی دوائیں کھا کھا کر خاموشی سے اپنے آخری وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ جب مقررہ وقت پر موت کا فرشتہ انہیں ان کی تکالیف، دکھ، درد اور اس دنیا سے نجات دلا دیتا ہے۔

یہ مسئلہ اس وقت بہت پیچیدہ ہو جاتا ہے جب اطباء مریض سے براہِ راست یہ نہ معلوم کرسکیں کہ خود اس کی مرضی کیا ہے۔ نینسی کے موجودہ "مرنے کے حق" کے مقدمہ سے قبل اس قسم کا ایک واقعہ ۱۹۷۵ء میں پیش آیا تھا۔ کوئن لان (QUINLAN) سات ماہ سے سکتہ کے عالم میں تھی کہ اس کے والد نے نیو جرسی کی عدالت عالیہ سے درخواست کی کہ اسے اجازت دی جائے کہ وہ اپنی بیٹی کے منہ سے مصنوعی طور پر سانس لینے والا آلہ علیحدہ کردے۔ عدالت رضامند ہو گئی اور امریکہ کی عدالت عالیہ نے اس مقدمہ میں مزید کوئی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا۔ آلہ الگ کرنے کے بعد بھی کوئن لان نو سال زندہ رہی اور خود ہی سانس لیتی رہی۔ نینسی کی حالات اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کے والدین چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی سے وہ ٹیوب الگ کردی جائے جس سے اسے غذا پہنچتی ہے۔ اگر ان کی درخواست منظور ہو گئی تو نینسی اگر دنوں میں نہیں تو ہفتوں میں تو ضرور ہی مر جائیگی۔

اس موقع پر اطباء یوں زیادہ فکرمند اور پریشان ہیں کہ یہاں طبی مشینوں کے منقطع کرنے کا نہیں بلکہ انسانوں کی بنیادی ضروریات کو روکنے کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مریض کو کھانا پانی دینا خواہ مصنوعی طریقہ سے ہی کیوں نہ ہو طبی علاج تو نہیں ہے اور کھانا پانی دینا وہ کم سے کم خدمت ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کی کرسکتا ہے۔ نینسی کا دماغ زندہ ہے اور اگر اسے غذا ملتی رہے گی تو وہ زندہ رہے گی۔

اگر ہسپتال کا عملہ مریض کی خوراک بند کرنے میں مانع ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں اس طرح وہ مریض کی خودکشی میں معاون ہوں گے لیکن اگر کسی مریض کو اس کی اجازت مل جائے کہ وہ خود آہستہ آہستہ موت سے جاملے تو اس سے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اسے زہر کا انجکشن دے دیا جائے تاکہ اس کی تکالیف کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اطباء اس مسئلہ پر مختلف رائے رکھتے ہیں۔ بعض ڈاکٹروں کی رائے میں اگر موت کو قریب لانے والی مخصوص ادویات کا استعمال عام ہو گیا تو اس سے ڈاکٹروں کا ضابطۂ اخلاق بری طرح متاثر ہوگا۔ کیونکہ ان کا فرض صحت دینا اور جان بچانا ہے نہ کہ جان لینا۔

علمِ طب کے بہت سے ماہرین اب بھی شدت سے اس کے مخالف ہیں کہ ایسے مریضوں کو جو زندگی سے مایوس ہو چکے ہوں اور مرجانا چاہتے ہوں۔ انہیں موت کو قریب لانے والی ادویات فراہم کرنا ان کی خودکشی میں اعانت کے مترادف ہے۔ خودکشی کرنے والے مریضوں کو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ مثلاً ایڈز کے پھیلنے کے بعد "مرنے کا حق" نامی ایک گروہ بن گیا ہے جو ایڈز کے مریضوں کو مرجانے والی گولیوں کے متعلق تفصیل فراہم کرتا ہے اور کبھی کبھی اس کے مریضوں کو زہر کے انجکشن فراہم کرتا ہے۔ اس جماعت کی دلیل یہ ہے کہ ناقابل علاج مریضوں کو ہسپتال میں رکھنے سے صرف ہسپتالوں کی تجوریاں بھرتی ہیں۔ ایسے مریضوں کا علاج کرنا قومی دولت کو ضائع کرنا ہے۔ اسے کسی اور کام میں لانا چاہیئے۔ انسان تو بہرحال ایک دن مر ہی جاتا ہے۔ اور کسی کو زبردستی زندہ رکھنا خود اس کے ساتھ زیادتی ہے۔

"زندہ رہنے دو" تحریک ان تمام دلائل کی سختی سے مخالفت کرتی ہے جو طب اور اقتصادیات کے ماہرین موت کو قریب لانے کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ اس تحریک کے پیرو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جس طرح وہ اسقاطِ حمل کے خلاف ہیں اسی طرح وہ "رحم سے موت" (MERCY KILLING) کے بھی سخت مخالف ہیں ان کے اختلاف کی خاص وجہ مذہب کی بنیاد پر مبنی ہے اور اس طرح اس موضوع پر ایک نئے انداز سے بحث شروع ہو جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کی زندگی قابلِ احترام ہے اور اسے دولت کے ترازو میں نہیں تولنا چاہیئے۔ زندگی دینے والا خدائے بزرگ و برتر ہے اور اسی کو اسے واپس لینے کا حق ہے۔ اس کے حق میں انسانی مداخلت شدید گناہ ہے۔ حضرت عیسیٰ نے مریضوں کو شفا دی۔ خدا کے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا اور پاگلوں کو ہوش و حواس بخشے لیکن کبھی جان سے مارنے یا اس قسم کا ارادہ کرنے کو رحمدلی نہیں قرار دیا۔

یہ نظریہ کہ انسان کی زندگی ایک مقدس امانت ہے۔ اور حکومت کو اس کی حفاظت کرنی چاہیئے امریکہ کی تمام ریاستوں میں قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ شخصی آزادی بھی امریکی قانون کا اہم جز ہے۔ جب یہ دونوں حقوق آپس میں ٹکراتے ہیں تو ایک طویل بحث چھڑ جاتی ہے۔ چند مخصوص حالات میں معاشرہ جان بوجھ کر کسی کو جان لینے کی اجازت دیتا ہے۔ مثلاً جنگ میں اپنی جان کی حفاظت میں یا کسی وحشیانہ جرم کی سزا میں نینسی کے معاملہ میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ ذاتی خواہش یا انتہائی تکلیف خواہ وہ مریض کی اپنی ہوں یا اس کے خاندان والوں کی ان مخصوص حالات کے دائرہ میں آتی ہیں۔



یہودی منشور

آٹھ

ترجمہ: فخر الحسن رضوی

ہماری حکومت مثالی ہوگی

جو کچھ میں نے گذشتہ اجلاس میں بیان کیا تھا اس کے بعد اب میں اندرونی قرضوں کے متعلق تفصیل سے ذکر کروں گا۔ غیر ملکی قرضوں کے متعلق مزید کچھ نہ کہوں گا کیونکہ عوام کی قومی دولت سے ہماری طبیعت اکتا گئی ہے۔ لیکن ہماری ریاست میں غیر ملکی نہ ہوں گے یعنی کوئی شے بھی بیرونی نہ ہوگی۔

ہم نے انتظامیہ کی ضمیر فروشی سے مفاد حاصل کیا ہے اور حکمرانوں کی کاہلی سے اپنی دولت کو دوگنا کر لیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ ہم نے اپنی فاضل رقم عام لوگوں کی حکومتوں کو بطور قرض دیدی تھی۔ کیا کوئی ہمارے ساتھ ایسا کر سکتا ہے؟ اس لئے اب میں تفصیل سے اندرونی قرضوں کے متعلق ذکر کروں گا۔

حکومت اعلان کرتی ہے کہ وہ ایسے بونڈ جاری کر رہی ہے جس پر سود ملے گا۔ اس کی قیمت اتنی ہوگی کہ عام شخص بھی خرید سکے گا یعنی سو یا ہزار پہلے خریدنے والوں کو کچھ رعایت بھی ملے گی۔ اگلے دن مصنوعی طور پر اس کی قیمت یکایک بڑھ جائے گی اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ اسے خریدنے کے لئے سب ہی دوڑ پڑیں گے۔ چند ہی دن میں سرکاری خزانہ کی تجوریاں دولت سے بھر جائیں گی۔ اور ضرورت سے کہیں زیادہ دولت جمع ہو جائے گی۔ اس طرح جو رقم جمع ہوگی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عوام کو اپنی حکومت پر کتنا اعتماد ہے۔ جب آخر میں نتیجہ سامنے آتا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ صرف سودا کرنے کے لئے نئے قرضے لینا ہوں گے اور جب ان کی ادائیگی کا وقت آتا ہے تو نئے ٹیکس لگانا پڑتے ہیں۔ ان قرضوں کو جاری رکھنے کے لئے قرض دینے والوں کی رضامندی لازمی ہوتی ہے کچھ لوگ اس پر تیار نہ ہوں گے اور اگر ہر شخص یہ چاہیے گا کہ اس کا دیا ہوا قرضہ واپس ہو جائے تو یہ حکومت کے لئے مالی مشکلات کا سبب ہو سکتا ہے وہ تمام قرضے ایک ہی وقت میں ادا نہ کر سکے گی اور اس طرح دیوالیہ ہو جائے گی۔ عام لوگوں کی حکومت میں اکثر ایسا

شراب

پی کر انسان

جانور

بن جاتا ہے

ہی ہوتا ہے اور حکومت کروڑوں کی قرضدار ہو جاتی ہے۔

آجکل بیرونی قرضوں کی وجہ سے ہمارے ساتھ کوئی اس قسم کی چالاکیاں نہ کر سکے گا کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم اپنی رقم یکمشت واپس کرنے کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔

اب آپ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ آجکل چھوٹے چھوٹے قرضے مل کر بڑے اندرونی قرضے بنتے ہیں۔ اور ان کی ادائیگی کم عرصہ میں ہوتی ہے۔ ایسے قرضے سیونگ اکاؤنٹ یا دوسرے بنک کے حسابات کی شکل میں بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایسے قرضوں کو طویل عرصہ تک حکومت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اسے بیرونی قرضوں کی ادائیگی میں بھی استعمال کر لیتی ہے اور پھر مساوی رقم ٹیکسوں کی صورت میں وصول کرتی ہے ایسا عام لوگوں کی حکومت میں ہوتا رہا ہے۔

جب ہم ساری دنیا پر حکمران ہوں گے تو اس قسم کی معاشی خرابیاں جن سے ہمیں بالکل دلچسپی نہیں ہے بالکل ختم ہو جائیں گی۔ اور ان کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ اس قسم کا مالی لین دین بالکل بند ہو جائے گا جو ہماری عزت پر حرف لائے یا ہماری قوت کو گھٹا دے۔ ہم ہر چیز کی صحیح قیمت مقرر کریں گے جو مناسب ہوگی اور اسے بڑھانے یا گھٹانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

موجودہ بنکوں کے بجائے ہم حکومت کی طرف سے ایسے قرض دینے والے ادارے قائم کریں گے جو تمام صنعتی مصنوعات کی مناسب قیمت مقرر کیا کریں گے اور یہ ادارے ایسی مصنوعات خود خرید کر اسے دوبارہ فروخت کریں گے اور اس طرح تمام صنعتی ادارے حکومت کے رحم وکرم پر ہوں گے۔ ذرا تصور کریں کہ ہماری حکومت کتنی طاقتور ہوگی اور ہم خود کتنے محفوظ ہوں گے۔

ابھی تک میں نے جو کچھ بتایا ہے اس میں اپنی انتہائی کوشش سے یہ بیان کیا ہے کہ ہمارا مستقبل کیا ہے ماضی کیا تھا اور آج کل کیا حالت ہے، یہ سب راز کی باتیں ہیں ہم انتہائی اہم تبدیلیوں کے تیز دھارے میں بہہ رہے ہیں اور ہمارے خفیہ اقتصادی منصوبے کیا ہیں اور عام لوگوں سے تعلقات کس قسم کے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتا دیا کہ ہمارے لین دین کا کیا طریقہ کار ہوگا اس موضوع پر ابھی ایک اور بات بتانا ضروری ہے اور وہ بات یہ ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں موجودہ دور کی سب سے بڑی طاقت یعنی سونا (دولت) ہے۔ ہم صرف دو دنوں میں اپنے خزانوں سے جتنی مقدار میں سونا چاہیں حاصل کر سکتے ہیں

اب اس کے بعد شاید مزید ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کہ خدا نے ہماری بادشاہت کی پیش گوئی کی ہے یقیناً ہم اتنی دولت سے یہ ثابت کر دیں گے کہ صدیوں تک جن مصیبتوں میں ہم پھنسے رہے اب ان کا خاتمہ

ہو جائے گا اور انجام بخیر ہو گا ہم ہر چیز کو منظم کر لیں گے ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس میں جبر سے کام بھی لینا پڑے لیکن نظام بہر حال قائم ہو جائے گا۔ ہم یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوں گے کہ ہم ہی سب کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں اور روئے زمین پر حقیقی بھلائی اور انسانی آزادی ہماری ہی وجہ سے ہے اور ہماری خواہش ہو گی کہ تمام لوگ امن اور سکون کی زندگی بسر کریں اور ہمیشہ قانون کی بالادستی رہے۔ اس طرح ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ آزادی کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے لگام ہو جائے اور اپنی من مانی کرتا رہے۔ یہ انسان کی دانشمندی کے خلاف ہے کہ وہ خواہ مخواہ دوسروں پر الزام دھرتا رہے جو فرد بھی قانون کی صحیح پابندی کرتا ہے اور خواہ مخواہ بلند تخیلات میں مبتلا نہیں ہوتا اس کی شان ہی کچھ نرالی ہے۔

ہمارا دور حکومت بہترین ہو گا کیونکہ اس میں لامحدود قوت اور طاقت ہو گی۔ ہم حکومت کریں گے اور لوگوں کی رہبری کریں گے۔ ہم سیاسی قائدین اور مقررین کے جھگڑوں میں خواہ مخواہ دخل انداز نہ ہوں گے اور اسی وجہ سے وہ ہمیں باصول کہیں گے اور ہماری حکومت یقیناً مثالی ہو گی۔ ہمارا ہر حکم قاعدے کے اندر ہو گا اور اس میں تمام انسانوں کی خوشی مضمر ہو گی۔ لوگ ہماری طاقت کے آگے سرنگوں ہوں گے اور برائی کرنے والے ہمیشہ خوفزدہ رہیں گے۔

لوگوں کو فرمانبردار بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں کمتری کا احساس دلایا جائے اور انہیں سامان تعیش کے استعمال سے باز رکھا جائے۔ سامان عیش و عشرت کے استعمال سے لوگوں کے اخلاق بگڑ گئے ہیں ان کی اصلاح کرنا ضروری ہے اس وجہ سے ہم سامان تعیش کی پیداوار میں کمی کر دیں گے۔ ہم اس قسم کے سامان تیار کرنے والے کارخانوں کو نئے سرے سے قائم کریں گے لیکن اس طور پر تمام شدہ کارخانوں اور صنعت کاروں کا کچھ نقصان ضرور ہو گا لیکن اس سے بچنا ناممکن ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ بڑے صنعت کار اکثر بدلتے رہتے ہیں اور وہ کبھی کبھی حکومت کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ بے روزگاروں کے مسائل سے بالکل واقف نہیں ہوتے۔ بے روزگاری حکومت کے ملنے پر کلنک کا ٹیکہ ہوتی ہے۔ ہمیں جیسے ہی یہ ورثہ میں ملے گی ہم اسے ختم کر دیں گے۔ یہ نشہ بھی ہماری حکومت میں قانونی طور پر ممنوع ہو گی۔ اس کا استعمال قابل سزا جرم ہو گا۔ شراب پی کر انسان اس کے اثر سے جانور بن جاتا ہے اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ رعایا صرف مضبوط قیادت کی تابعدار ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ وہ مضبوط ہاتھوں ہی میں محفوظ رہتی ہے۔ وہ اپنے بادشاہ کو فرشتے کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ وہ اسے طاقت اور قوت کا سرچشمہ سمجھتی ہے۔

خدائے برتر تمام موجودہ حکمرانوں کو بدل دے گا ان کو ہم نے معاشرہ میں گرا دیا ہے۔ ایسے معاشرے کو جو خدا کی قدرت سے بھی منکر تھا اور جہاں سے

نفس پرستی

بدترین خصلت ہے

اس سے دماغ کی صلاحیتیں

کمزور ہو جاتی ہیں

لاقانونیت جنم لیتی تھی۔ اس لئے ہمارا حکمران ایسے معاشرے کا خاتمہ کر دے گا۔ خواہ اس کے لئے اسے اپنا خون بہانا پڑے۔ یا وہ اس سے لڑائی لڑنے کے لئے باقاعدہ فوج تیار کرے گا جو ہمیشہ برائیوں کے خلاف جنگ کرتی رہے گی اور حکومت کی حفاظت کرے گی۔

ہمارے حکمران کا انتخاب خدا کی طرف سے ہو گا۔ تاکہ وہ ایسے لوگوں کی سرکوبی کر سکے جو عقل کے بجائے اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہیں ایسے لوگ ڈاکو ہوتے ہیں اور مختلف جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ کسی قاعدہ یا قانون کے پابند نہیں ہوتے نہ ہی انہیں آزادی اور حقوق کے متعلق کچھ معلوم ہوتا ہے انہوں نے معاشرہ میں ہر قسم کی گڑبڑ صرف اسی وجہ سے پھیلا رکھی ہے کہ یہودیوں کا بادشاہ اپنے تخت سے دور رہے لیکن جیسے ہی ہمارا بادشاہ اپنی سلطنت میں داخل ہو گا ان کا کھیل ختم ہو جائے گا۔ انہیں راستے سے صاف کرنا ضروری ہو گا ان کا نام و نشان تک نہ رہے۔

اس وقت ہمارے لئے دنیا کے لوگوں کو یہ بتانا آسان ہو گا۔ خدا کا شکر ادا کرو اور اس کے سامنے گھٹنوں پر جھک جاؤ جس کی پیشانی پر مہر لگی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خود اسے ہمیں راستہ دکھانے کے لئے بھیجا ہے اور خود خدا نے اسے مقرر کیا ہے کہ وہ ہمیں تمام برائیوں سے نجات دلائے اور برائیوں سے دور رکھے۔

اب میں آخر میں ان طریقوں کا ذکر کروں گا جس سے شاہ داؤد کے خاندان کی جڑیں دنیا کی آخری تہہ تک پہنچ سکیں گی۔

یقینی دانائی سب سے بڑھ کر اس بات پر منحصر ہے کہ ہمارے بزرگ عالموں نے دنیا کے تمام معاملات کا بڑی بصیرت سے مطالعہ کیا ہے اور وہ دنیا کے تمام علوم میں ماہر ہیں اور سب کچھ جانتے بوجھتے ہیں۔

داؤد کے خاندان کے چند افراد بادشاہ اور ان کے وارث تیار کریں گے۔ ان کا یہ انتخاب وراثت کی بنا پر نہ ہو گا۔ بلکہ ان کی لیاقت ان کے انتخاب کی بنا ہو گی۔ پھر ان پر سیاسی امور کے خفیہ رموز آشکار کئے جائیں گے ان کو حکومت کرنے کا طریقہ سکھایا جائے گا اور اس بات کی احتیاط کی جائے گی کہ کوئی اور ان رموز سے آگاہ نہ ہو جائے۔ اس کارروائی کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ حکومت کا کام ان لوگوں کو نہیں سونپا جا سکتا جو خفیہ مقامات اور اس کے فن سے بخوبی واقف نہ ہوں۔

ان لوگوں کو بیان کئے ہوئے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا عملی سبق دیا جائے گا۔ جو ہم نے صدیوں میں سیکھا ہے "تمام علوم و فنون ان کو سکھائے جائیں گے

اگر صحیح وارث نے بھی تربیت کے دوران کمزوری دکھایا سستی اور لاپرواہی یا ایسا معلوم ہوا کہ وہ اتنے کمزور ہیں کہ اقتدار کو صحیح طور پر سنبھال نہ سکیں گے تو انہیں تخت سلطنت سے دور رکھا جائے گا کیونکہ بادشاہت کے لئے وہ نہ صرف ناموزوں ہوں گے بلکہ خود ان کے لئے بھی اس میں خطرہ ہو گا۔

صرف ان لوگوں کو عنان سلطنت سونپی جائے گی جو بلاشک و شبہ اس کے اہل ہوں گے بلکہ بے رحم اور سفاک بھی ہوں گے انہیں بادشاہت ہمارے بزرگ عالموں کی طرف سے بخشی جائے گی۔

اگر حکمران بیمار ہو جائے گا یا کمزوری اور کسی اور وجہ سے نیابت کا اہل نہ رہے گا تو قانون کے تحت وہ

حکومت کی باگ ڈور کسی لائق اور کام کرنے والے کے سپرد کر دے گا اور خود دستبردار ہو جائے گا۔

بادشاہ کے ارادوں اور اس کے کام کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا اور اس کے آئندہ پروگرام کو پوری طرح خفیہ رکھا جائے گا اور کسی کو اس کا علم نہ ہوگا کہ وہ کیا کرنے والا ہے یہاں تک کہ اس کے قریبی مشیروں کو بھی اس کی ہوا نہ لگنے دی جائے گی۔

صرف بادشاہ اور ان تین اشخاص کے جو اس کے ضامن ہوں گے کسی کو نہ بتایا جائے گا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے یا بادشاہ اب کیا قدم اٹھائے گا۔

بادشاہ اپنی مرضی کا آپ مالک ہوگا اور اسے تمام لوگوں کی قسمت کا حال معلوم ہوگا پر اسرار طور پر اس پر سارے بھید عیاں ہوں گے کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہوگا کہ بادشاہ کی کیا خواہش ہے اور وہ کس چیز کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور اس لئے کوئی شخص بھی اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ بادشاہ میں یہ اہلیت ہو

بیروزگاری حکومت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے

گی کہ وہ حکومت کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اس لئے یہ لازمی ہوگا کہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہونے سے قبل وہ ہمارے بزرگ عالموں سے اپنی صلاحیتوں کا امتحان کرالے کہ آیا وہ اس کا اہل ہے یا نہیں۔

بادشاہ کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ اپنی رعایا سے عام مقامات پر آزادانہ بات چیت کرے تاکہ وہ اسے پہچان سکیں اور اپنے بادشاہ سے محبت کریں۔ اس طرح وہ طاقتیں جو خوف کی وجہ سے ایک دوسرے سے

دور رہتی ہیں قریب آجائیں گی اور حکومت مستحکم ہوگی ہمارے لئے یہ خوف اس وقت تک اہم تھا جب تک یہ دونوں طاقتیں جدا جدا تھیں اور ہم پر اثر انداز ہو سکتی تھیں۔

یہودیوں کا بادشاہ کبھی بھی اپنے جذبات کے رحم و کرم پر نہ رہے گا اور خاص طور سے وہ نفس پرست اور شہوت پرست ہرگز نہ ہوگا۔ اس کے چال چلن سے کبھی اس کا اظہار نہ ہوگا کہ وہ حیوانی خواہشات کے زیر اثر ہے یا اس کا دماغ پراگندہ رہتا ہے نفس پرستی بدترین خصلت ہے اس سے دماغ کی صلاحیتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور خیالات بکھر جاتے ہیں اور وحشت پیدا ہو جاتی ہے۔

دنیا میں اعلیٰ ترین حکمران داؤد کا مقدس جانشین اور انسانیت کو سہارا دینے والے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنی رعایا کے لئے اپنی تمام ذاتی خواہشات کو قربان کر دے۔ ہمارا حاکم یقیناً مثالی اور بے داغ کردار کا مالک ہوگا۔

امریکی حکومت کی جانب سے جمہوریہ لیبیا کی اقتصادی ناکہ بندی

امریکی انتظامیہ دنیا کے چھوٹے ممالک سے جو گھناؤنا سیاسی کھیل کھیلتی ہے۔ ابھی میں سے امریکی انتظامیہ کا حالیہ فیصلہ ہے جس کی رو سے سابق امریکی صدر کے عائد کردہ اقتصادی بائیکاٹ اور اقتصادی ناکہ بندی کیسے طے شدہ وقت ختم ہونے کی از سر نو تجدید ہے۔ حالانکہ سابق صدر امریکہ کے تمام عائد کردہ الزامات، بہتان اور جھوٹی افواہوں کی نہ صرف لیبیا نے بارہا تردید کر دی تھی بلکہ ساری دنیا پر لیبیا کی سچائی بھی واضح کر دی تھی۔

اس طرح طاقت کے جنون میں مبتلا حکومت کا یہ سیاہ کارنامہ باعث تعجب نہیں ہوتا۔

اب تک یہ یقین مستحکم ہو جانا چاہئے کہ عالمی طور پر آزادی اور اچھائی و برائی میں فرق رکھنے والی قومیں اپنے بنیادی حقوق اور آزادی کے دفاع سے غافل نہ ہوں گی۔ جو اپنی آزادی، اقتصادیات اور ذاتی سیاست کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ ان چھوٹے ممالک کو بھی یہ حق ہے کہ وہ عزت سے زندہ رہیں اور اپنے وجود کو برقرار رکھیں امریکی انتظامیہ نے لیبیا کی اقتصادی ناکہ بندی کے سلسلہ میں اس کی حالیہ تجدید کر کے اپنا اصلی استعماری صلیبی صیہونیت کا چہرہ روشن کر دیا ہے۔ آج ہر عقل مند یہ

جان چکا ہے کہ امریکہ کا لیبیا کے خلاف الزامات کی خود ساختہ فہرست درحقیقت جھوٹ، تہمت، بہتان، بغض، حسد کے سوا اور کچھ نہیں۔

یہ سب کچھ دراصل اس لئے کیا گیا کہ اس پس منظر میں اسلامی انقلابی قوتوں کو بدنام کر کے ان کے لئے عملی مشکلات پیدا کی جائیں۔ جن کی آواز لیبیا اٹھاتا تھا۔ یہ خود ساختہ الزامات محض اس لئے لگائے گئے کہ لیبیا کیوں مسلمان اقلیتوں کی آواز اٹھاتا ہے اور فلسطین، فلپائن، زائر، ہندوستان، بلغاریہ کی مسلم اقلیت کی دفاع کیوں کرتا ہے۔ کیونکہ لیبیا مسلمانوں کے مسائل کو اپنا مسئلہ شمار کرتا ہے خواہ وہ دنیا میں جہاں کہیں ہوں۔

اس پس منظر میں امریکی انتظامیہ نے لیبیا پر دہشت گرد اور دہشت گردی کے خود ساختہ الزامات لگائے تاکہ لیبیا ہر طرف سے آنکھ پھیر کر اپنے ہی دفاع پر مصروف ہو جائے۔ تاکہ تیسری دنیا اور مسلمانوں کی آواز کو لیبیا بین الاقوامی فورم میں نہ اٹھا سکے۔ اور مسلمانوں کے اتحاد ایک ہی صف میں کھڑے کرنے کی آرزو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔

ان تمام حالات کے باوجود اسلامی انقلابی لیڈر شپ اپنی محفلوں میں اپنی مسجدوں میں اپنے دینی اور ثقافتی اجتماعات میں یہ جانتے ہیں کہ دراصل امریکی عزائم کیا ہیں اور لیبیا پر اس کے بغض و حسد کی درحقیقت کوئی اصلیت نہیں۔ یہ کروڑوں مسلمان امریکی انتظامیہ پر باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اور حق و صداقت کے متلاشی تمام افراد اور تمام آزادی پسند قومیں لیبیا کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ اور لیبیا کے عوام کی اپنی خون پسینہ کی رقوم جو امریکی بنکوں میں امانت کے طور پر رکھی گئی تھیں، کو امریکی انتظامیہ نے منجمد کر کے کوئی اچھائی کا ثبوت نہیں دیا۔ ان فیصلوں سے لیبی عوام کے حوصلے پست نہیں ہو سکتے۔ لیبی عوام اپنی آزادی، خود مختاری اور اپنے حقوق سے دست برداری ہرگز نہیں کریں گے امریکی انتظامیہ کا یہ فیصلہ لیبی عوام کو اپنے فیصلے سے منحرف نہیں کر سکے گا۔

جو عدالت، مساوات اور آزادی کے طلب گار ہیں۔ اور نہ ہی امریکی انتظامیہ کا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر غالب ہو سکے گا۔

ترجمہ :- "اور وہ بھی تدبیر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اللہ کی تدبیر ہی بہترین ہے۔" (القرآن)

جمعیت نے سوشلزم کے بدکردار اور بدکتے ہوئے گھوڑے کے منہ میں لگام دی

بقیہ: ملتان کنونشن

لسانی گروہی عصبیتیں اجاگر کرکے مسلمانوں کا شیرازہ کے ذہن کو بدلا جا سکتا ہے تو اسلام اور عقیدے کی عصبیت کا جذبہ پیدا کرکے پاکستان کی تقدیر بھی بدلی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے کشمیر میں مجاہدین آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ چونا تو یہ چاہیے کہ اس وقت قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی لیکن ضیاء الحق کی باقیات قومی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہے۔ تو دوسری طرف پیپلز پارٹی بھی لوگوں کو جمع کرکے اپنا زور دکھا رہی ہے اور ادھر آئی جے آئی اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہی ہے ان لوگوں کو نہ تو ملکی استحکام عزیز ہے اور نہ عوام کی فلاح سے کوئی دلچسپی ہے۔ سندھ میں فسادات، قتل و غارتگری روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں، قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں لیکن حکومت اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے کوئی پروگرام ان کے پاس نہیں ہے۔ غریب عوام مسائل سے دوچار ہیں اور اراکین اسمبلی ہارس ٹریڈنگ میں ملوث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ملک میں نظام مصطفےٰ رائج نہیں ہوتا ملک سے یہ برائیاں کبھی ختم نہیں ہو سکتیں اس لئے خادمین کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظام مصطفےٰ کا پیغام شہر شہر اور گاؤں گاؤں پہنچا دیں۔

اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی نے کہا کہ آج کی جماعت عید کے بعد بھرپور انداز میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے ملک گیر سطح پر تحریک چلائے گی اور پھر پاکستان میں کوئی طاغوتی قوت باقی نہیں رہے گی انہوں نے خادمین کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر جوش و جذبے کے ساتھ اپنے مکانوں اور دکانوں پر نبی کا جھنڈا لہرا دیں انہوں نے کہا کہ جب نبی کا جھنڈا لہرائے گا تو پھر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ قائد اہل سنت نے اس بات کو جھوٹ قرار دیا کہ ان کا جھکاؤ پیپلز پارٹی کی جانب ہے انہوں نے کہا کہ ہمارا جھکاؤ روضۂ رسول ﷺ کی جانب ہے مولانا نورانی نے کہا کہ پیپلز پارٹی سے ہم نے پہلے دور اقتدار میں کچھ نہیں لیا جبکہ وہ اس وقت مضبوط پوزیشن میں تھی تو اب کمزور حکومت ہمیں کیا دے سکتی ہے انہوں نے کہا کہ جب ہم اسمبلی میں تھے تو اس وقت پوری قوت سے اسلام کے لئے آواز اٹھائی جس کا ریکارڈ گواہ ہے۔

بقیہ: سالگرہ قرآن

ان مصاحف عثمانی میں سے دو مصحف ابھی تک زندہ سلامت اسی حالت میں محفوظ موجود ہیں۔ ایک تاشقند میں اور دوسرا استنبول میں ہے اللہ کی قدرت کی نشانی کے طور پر اہل بصیرت کے لئے حیرت و استعجاب کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

موجودہ قرآن مجید مصحف عثمانی کے مطابق ہے اسی طرح قرآن مجید ہمارے پاس من وعن کسی تحریف، ترمیم، تنسیخ، ادنیٰ تغیر و تبدل اور سر مو تفاوت کے بغیر اللہ کی قدرت، طاقت اور فضل سے اپنی اصلی حالت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن پاک کی یہ معجزانہ حفاظت اس کے کلام الٰہی ہونے کی ایسی دلیل ہے جو کبھی رد ہو نہیں سکتی۔ اسی طرح ان قرآنی آیات کی تفسیر مکمل ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: (۱) قرآن میں نہ سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے (حم السجدہ ۴۲)

(۲) بے شک ہم نے اس الذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے قطعاً حفاظت کرنے والے ہیں (الحجر ۹)

(۳) اس قرآن کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے (القیامہ ۱۷) بقول شاعر

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

بقیہ: روزہ

بیان نہ کر دو۔ شادی روزہ میں صرف فلاں فلاں کام کر سکتے ہو اور فلاں فلاں کام نہیں کر سکتے شام کو ٹھیک فلاں وقت پر افطار کرو اور پھر کھانا کھا کر آرام کرو، پھر تراویح کے لئے دوڑو۔ اسی طرح ہر سال پورے مہینہ صبح سے شام تک مسلمان کو فوجی سپاہیوں کی طرح پورے قاعدے اور ضابطے میں باندھ کے رکھا جاتا ہے اور پھر گیارہ مہینے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ جو تربیت اس نے ایک مہینہ میں حاصل کی ہے اس کے اثرات ظاہر ہوں اور جو کمی پائی جائے وہ پھر دوسرے سال کی ٹریننگ میں پوری کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کا احترام اور اس مہینے کی برکتوں سے مستفیض ہونے کی سعادت و توفیق عطا فرمائے (آمین)

بقیہ: جہان رنگ و بو

۹. اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ متقی ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (الحجرات آیت ۱۳)

احادیث مبارکہ

۱. مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ ——— (بخاری)

۲. مسلمان مسلمان کے لئے مکان کی مانند ہے کہ اس کا بعض بعض کو مضبوط کرتا ہے ——— (مشکوٰۃ)

۳. ہر مسلمان کا مسلمان پر خون، مال اور آبرو حرام ہے ——— (مشکوٰۃ)

۴. جو شخص عصبیت کی طرف بلائے، عصبیت کے باعث لڑے اور عصبیت پر مرے، وہ ہم میں سے نہیں (مشکوٰۃ)

۵. وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہو۔ (مسلم)

بقیہ: یہ تم سے سادہ لوح بندے

تھے۔ پریس کانفرنس میں جو عالم مجلس اس طرز عمل کا مشاہدہ کئی بار کیا گیا ہے۔

حال ہی میں اپنے دورۂ سینیگال میں مولانا شاہ احمد نورانی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اب تنظیمی امور کے لئے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ اس لئے جمعیت کی ذمہ داریاں شاید نہ سنبھال سکوں۔ مزید فرمایا میں اب یہ بات مولانا نیازی سے بھی کہہ چکا ہوں۔

• نورانی صاحب: ہم اکٹھے تھے اور اکٹھے ہی رہیں گے کے سوال پر جب مولانا نورانی کے اس فقرے کو نیازی صاحب کو کہا گیا انہوں نے مولانا نورانی کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ پی پی کے دور حکومت اور ضیاء الحق کے مارشل لاء میں اکٹھے چلنے والے مولانا نیازی کا نعرہ اسلام سے لیکر ضیاء کی ہونے ہی قوم سے کا جواب طلب کر لیتے۔

AHWAL Weekly Regd. NO M-476. March 29 to April 4 1990.